عبدالعزیز ساحر

عبدالعزیز خالد کے خطوط عبدالعزیز ساحر کے نام

Letters to Abdul Aziz Sahir by Abdul Aziz Khalid

Abstract:

Dr. Abdul Aziz Sahir, Assistant Professor, Department of Urdu, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Letter writing has always played a vital role in carrying the light of knowledge from sources of light to the darker corners of the world. Modern life style has produced some alternative ways of communication that are challenging this great art. However, the illuminated minds of our society still understand its importance and correspond through it. This article brings out an introduction and notes by Dr. Abdul Aziz Sahir to whom the letters included in it have been addressed. The letters drafted by the mighty pen of Dr. Abdul Aziz khalid exhibit solutions to the problems related with parsody, Dictation, morphology, syntax etc.

علامہ عبدالعزیز خالد میرے ادبی گرو ہیں۔ میں نے ان سے عروض، قافیے، املالفظوں کی بناوٹ اوران کی معنویت کے سلسلے میں بہت کچھ اکتساب کیا۔ اگرچہ ان سے نشستیں تو ذرا کم کم رہیں، مگر جو رہیں، وہ تھیں طویل تر، عربی، فارسی، انگریزی، اُردو اور پنجابی کے شعرو ادب پر جیسی نظر وہ رکھتے ہیں، اتنی تو بہت سے عالم مل کر بھی نہ رکھتے ہوں، تو عجب نہیں۔ لکھنااور پڑھنا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ وہ گفتگو کے دھنی ہیں۔ کوئی بھی موضوع ہو، اس پر گھنٹوں بامعنی اور سیر حاصل گفتگو ان کا ایک ایسا وصف ہے، جو کم لوگوں کا مقسوم ہوتا ہے۔ میں ایک بار مسلسل نو گھنٹے اس بارگہِ علم میں باریاب رہا... وہ بولتے رہے اوران کا حسنِ گویائی کانوں میں رس گھولتا رہا۔ میرے ٹوٹے پھوٹے سوال، روشنی اور نور کی تعبیر سے منور ہوتے رہے۔ وہ گویا ہوئے، تو اُردو، فارسی اور انگریزی ادبیات سے ہوتے ہوئے عربی شعر وادب کے نخلستان میں جا نکلے... میں ان کے حافظے کی تاب نا کی اور ان کے مطالعاتی آفاق کی وسعت سے مسحور ہو کر رہ گیا:

وہ خوش کلام ہے ایسا کہ اس کے پاس ہمیں
طویل رہنا بھی لگتا ہے مختصر رہنا

میں انھیں گاہے بگاہے فون پر بھی زحمت دیتا رہتا ہوں۔ کسی بھی لفظ، اس کے تلفظ اور معنویت کے بارے میں ان سے زیادہ باخبر اور ہے بھی کون؟ جن سے لفظ اور اس کی متعدد اور متنوع جہات کے بارے میں پوچھا جائے۔ 'ضد' کا متضاد کیا ہوتا ہے؟ کسی نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اُردو کے اکثر لغات دیکھ لیے، مگر کوئی مناسب اور موزوں لفظ نہ سوجھا۔ چند بزرگوں سے استفسار کیا، مگر معلوم نہ ہوسکا۔ خالد صاحب کا فون مل نہیں رہا تھا، مگر جب ملا، تو سوال سنتے ہی فرمایا: 'حلم'... 'ضد' کا متضاد 'حلم' ہونا چاہیے۔ میں سرشار ہوگیا... کیوں کہ گفتگو ان سے روبرو ہو یا فون پر... ان کا علمی جاہ وجلال اس رنگ اور آہنگ کا عکاس ہوتا ہے، جو ان کی تحریر کا حسن بھی ہے اور شناخت کا حوالہ بھی!

(۲)

خالد صاحب کے خط طرزِ احساس کی سادگی اور حسنِ بیان کی سلاست کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں۔ انھیں اظہار کی وہ قوت ارزانی ہوئی ہے جو اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے میں معاون بھی ہے اور اس کی معنی کشائی میں مددگار بھی۔ جب وہ خط میں سوال کو تفہیم وتعبیر کی روشنی اور رعنائی سے معمور کرتے ہیں، تو سوال کا کوئی بھی زاویہ آگہی کے نور سے محروم نہیں رہتا۔ ان کے حافظے اور یادداشت میں فکر وخیال کے کتنے ہی آفاق جلوہ نما ہیں، مگر اس کے باوجود وہ طالب علمانہ سوالات کے جوابات دینے میں بھی کتابوں کے حوالوں سے بے نیاز نہیں رہتے۔ ان کے مکتوب الیہم کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ اس میں ہر رنگ اور ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔ مرحومہ عفت موہانی جیسے مدّاح اور عقیدت کیش بھی ان میں موجود ہیں اور مجھ ایسے مرید اور نیاز مند بھی... ہر ایک کے نام ان کے خطوں کی بہار دیدنی ہے، کیوں کہ ان کا کوئی بھی خط علم کی خوشبو سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے خطوں میں فکر وفرہنگ کے اتنے چراغ روشن کر دیتے ہیں کہ ان کی لو بڑھتی چلی جاتی ہے، کم نہیں ہوتی... وہ نہایت سرعت سے خط کا جواب دینے کے عادی ہیں۔ مجھ سے رسید بھجوانے میں دیر سویر ہوجاتی ہے، مگر ان کی طرف سے جواب آنے میں کبھی دیر نہیں ہوئی۔ ملک کے بیسیوں مقتدر علمائے ادب سے میرا مراسلت کا رشتہ قائم ہے، لیکن میں نے ان جیسا ذمہ دار مکتوب نگار کسی کو بھی نہیں پایا۔

(۳)

پچھلے پندرہ سولہ برسوں میں میرے نام ان کے تیس خط آئے۔ ایک کے سوا باقی سب خط محفوظ ہیں... میں نے خطوں کی تمام تر فائلیں چھان ماریں، مگر وہ خط نہ مل سکا۔ اس خط کے ضائع ہونے کا مجھے بہت افسوس ہے، کیوں کہ اپنے علمی مندرجات کے اعتبار سے وہ بہت قیمتی خط تھا۔ اس میں دیگر علمی اور ادبی حوالوں کے، خوشی محمد ناظر کی ایک نظم ''تصویرِ عبرت'' کے ایک شعر:

اس کے حقّے پہ سرسوں پھولی تھی
سبزہ و گُل کا لطف آنے لگا

کی نہایت بصیرت افروز تعبیر اور تفہیم کی گئی تھی۔ 'حقّے پر سرسوں پھولنے' کی جو معنویت انھوں نے منکشف کی تھی، وہ سبزہ وگل کی لطف آوری کی کہانی بیان کرتی تھی۔ دہلی کے میلوں ٹھیلوں میں حقّہ پلانے والوں کے حقّوں پر جو سرسوں پھولتی تھی، اس کے معانی تک رسائی سے تو اب دہلی والے بھی آشنا نہیں... میں نے کتنے ہی زبان کے مزاج شناسوں سے اس شعر کی بابت استفسار کیا، مگر وہ سر عبدالقادر کے اس فرمودے سے سرِ مومختلف نہیں نکلے، جو انھوں نے اس شعر کے ضمن میں مختلف سوالات اٹھاتے ہوئے پروفیسر سے وابستہ کیے تھے: ''انھوں [ناظر] نے ایک واقعہ منظوم کیا، ایک سادہ سی بات تھی کہ دہلی میں 'ساقی' ہوتے ہیں۔ ابھی تو کچھ دیکھنے والے موجود ہیں کہ ساقی حقہ پلانے والے کو کہتے ہیں۔ خیر تو ان کا یہ کام تھا کہ میلے ٹھیلے یا رونق کے وقت حقّے پر سبز سرسوں اگائی ہوتی تھی۔ گرمیوں میں حقّے کی نے بالکل تازہ رکھتے تھے... میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ اس پر حاشیہ لکھوں اور آنے والی نسلوں کو بتاؤں کہ حقّہ، ساقی، سرسوں، سبزہ گل کا لطف کیا چیز ہے۔ ایک دن آنے والا ہے کہ سرسوں بھی ہوگی، گُل بھی ہوگا، مگر جماعت میں جب کہیں ذکر آ گیا، تو پروفیسر عینک لگا کر کہے گا۔ یہ شعر ایسے ہی لکھے ہوتے ہیں۔ بھلا حقّے اور سبزے اور ساقی کا کیا جوڑ۔ ساقی تو شراب کے ساتھ درست ہے؛ یہ تو صرف استعارات و تشبیہات ہیں؛ صرف رنگ مراد ہیں۔'' [مقالاتِ عبدالقادر مرتبہ محمد حنیف شاہد: مجلس ترقیِ ادب، لاہور: ص ۴۷]

خطوں کے آخر میں، ان کی بہتر تفہیم کے لیے میں نے مختلف مقامات پر حاشیہ آرائی کی ہے، تاکہ یہ خط اپنی تمام تر معنویت کا اظہار اور ابلاغ اپنے مجموعی فکری تناظر میں مرتب کر سکیں۔ اکثر و بیشتر مقامات پر حاشیے کے ذیل میں، میں نے وہ سوالات اور استفسارات شامل کر دیے ہیں، جو خط نگاری کا سبب بنے ہیں، یقیناً ان کی روشنی میں خطوں کی معنوی اپیل اپنے طرزِ احساس کی ترجمان بن گئی ہے۔

خطوط

(۱)

مکرمی! سلام“ علیکم

نوازش نامے کا شکریہ۔ جو چند خط مل سکے، ان کی فوٹو کاپیاں ارسال ہیں۔[۱]

لاہور خاکسار

۶۔ جولائی ۱۹۹۱ء خالد

۱۱۰۔ جے، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور کینٹ

فون: ۸۹۰۰۲۱، ۸۹۳۱۱۰، ۸۹۱۷۰۳

(۲)

مکرمی! تسلیم

برق صاحب کے دو خط اور مل گئے، عکسی نقلیں ارسال ہیں۔ آپ کے مفید مطلب ایک تراشا بھی ملفوف ہے۔[۱]

لاہور خاکسار

۱۳۔ جولائی ۱۹۹۱ء خالد

فون: ۸۹۰۰۲۱، ۸۹۳۱۱۰، ۸۹۱۷۰۳

(۳)

مکرمی! السلام علیکم

میں نے اپنے دوسرے خط میں ڈاکٹر صاحب کے مزید دو خطوں کی عکسی نقلیں ''ترجمان القرآن'' کے ایک تراشے کے ساتھ بھیجیں تھیں۔ خط امید ہے مل گیا ہوگا۔

لاہور خاکسار

اگست ۱۹۹۱ء خالد

برادرم! السلام علیکم

نوازش نامہ ملا۔ جُل : جا، چلا جا، چَل اُٹھ، اُٹھ جا۔ اِمجھے یاد نہیں پڑتا کہ جالندھر یا لاہور میں کبھی یہ لفظ سنا ہو۔ البتہ ریاست [بہاول پور] اور جھنگ میں اکثر سنا۔ یہ سرائیکی [اور آپ کے بہ قول ہندکو] سے مخصوص معلوم ہوتا ہے، مگر آپ نے حضرت امیر خسروؒ کا جو شعر نقل کیا ہے، اس میں تو میری ناقص رائے میں یہ فعل نہیں، بلکہ بہ طورِ اسم استعمال ہوا ہے، یعنی توبرہ مرے سر پر رکھ کر کہا کہ: یہ جُلّ ہے۔ یہاں جُلّ، توبرے/توبڑے کے مترادف کے طور پر آیا ہے۔ [ویسے ہوسکتا ہے آپ کی بات بھی صحیح ہو اور یہ ذو معنیین ہو۔ (صنعتِ ایہام وتوریہ)]

جُلّ تو دیہاتی پنجابی میں عام مستعمل ہے۔ ڈھور ڈنگروں کی جاڑے کے موسم میں جھوٹی موٹی پوشش۔ اس کی اصل عربی ہے: جُلّ ج اَجلال، جلال [الفرائد الدریہ] Horse-cloth Pack- Saddle

'جُھول' اسی کی بگڑی ہوئی یا مُوردرمہند شکل ہے۔

مختلف لغاتوں میں یہ یوں ملتا ہے:

A. جل gull--- a housing or covering for an elephant, bullock ---- Platts: Forbes: Fallon: Shakespear

جُلّ---- a housing or covering for a horse. Aveil, Carpet or covering--- Richardson

جُلّ، جُلُّ، جُلّرا---- a large, tattered quilt -- a covering for an elephant, bullock trappings

رِکندھولا، رکھند ولا، گھند ولا، جل گھند ولا ----Bhai Maya Sing

جناب شریف کنجاہی کی ''مختصر پنجابی لغت'' میں اس کا اندراج اس طرح ہے:

جل: دھوکا، پرانا لیف، ٹر...ٹر: غالباً ٹُر ہے...چَل

دھوکے یا چھل فریب کے معنوں میں یہ لفظ ہندی/سنسکرت ہے اور اس کا تلفظ جَل (لام مخفف) ہے، جُلّ (لام مشدد) نہیں۔ والسلام

لاہور | خاکسار
۳۰۔ جولائی ۱۹۹۴ء | خالد

(۵)

برادرم!

کل میں نے آپ کو ایک خط لکھا تھا۔ بعد میں خیال آیا کہ 'ہل' اور 'مِل' کے ساتھ تو 'جُل' کا استعمال عام ہے:

ہل جُل سکنا	مِل جُل کر
ہلو جُلو	مِلو جُلو
ہلنا جُلنا	مِلنا جُلنا

یہ صورتیں آپ کے بھی پیشِ نظر ہوں گی۔

لاہور　　　　　　　　　　　　　　　　　　خاکسار

۳۱۔ جولائی ۱۹۹۴ء　　　　　　　　　　　　　خالد

(۶)

برادرم! السلام علیکم

میں آپ کو رشید حسن خاں۱ کی کتاب۲ سے رجوع کرنے کا مشورہ دینے کا سوچ رہا تھا، مگر وہ آپ کے پاس پہلے سے موجود ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ۳ نے ''نگار'' کراچی کا شمارہ اگست ۱۹۹۴ء۴ اسی موضوع کے لیے وقف کیا تھا، کہیں سے دست یاب ہو، تو اسے ایک نظر دیکھ لیں (یا ان سے براہِ راست منگوا لیں۔)

۱۔ ہائے ہوز کا ایک شوشہ صرف 'د'، 'ک'، 'گ' اور 'ل' ہی میں بنایا جاتا ہے... ہد، ہک، ہل باقی حرفوں سے پہلے تو ایسے 'ہ' لکھا جاتا ہے: ہم، ہٹ، ہو، ہی وغیرہ ۵

املا نویسی میں ذوقِ جمال کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟ اسی ذوق نے تو اتنے مختلف اور گوناگوں مکاتبِ کتابت اور اسالیبِ خوش نویسی پیدا کیے ہیں۔ ۶

۲۔ 'ہائے' اور 'ہائے' میں میرے خیال میں تو کوئی فرق نہیں۔ ہم تو ابتدائے شوق، سودائے خام، انتہائے کرم کو بھی ابتدائے شوق، سودائے خام اور انتہائے کرم لکھتے ہیں، یعنی عربی فارسی کے 'الف'، 'و'، 'ع' پر ختم ہونے والے الفاظ پر بھی مضاف اور موصوف ہونے کی صورت میں ء لگاتے ہیں۔ اگرچہ مرزا غالب فارسی ترکیبوں کی یائے تحتانی پر ہمزہ لکھنے کو

جہالت اور بد مذاقی سمجھتے ہیں ۔[7] ایران میں یہ ہمزہ ختم ہو چکا ہے۔ یہاں بھی کچھ لوگ نہیں لگاتے، مگر ہماری تو اس کے بغیر تسکین نہیں ہوتی۔[8]

۳۔ منہ کی 'ہ' کے نیچے 'ء' آج کل کون لگاتا ہے؟ نصابی کتابیں اٹھا کر دیکھیں۔ ہم نے زبان اور تلفظ کا کیا ستیاناس کر دیا ہے[9]، اعراب کا کہیں وجود ہی نہیں۔ 'خواب' اور 'خواہش' کو اُردو کے کہنہ سال پروفیسر تک 'خواب' اور 'خواہش'، یعنی Khawab, Khawahish بولتے ہیں

۴۔ 'دباؤ'، 'بہاؤ' وغیرہ کو میں تو 'دباؤ'، 'بہاؤ' ہی لکھتا ہوں۔ ہماری لغاتیں بھی یونہی لکھتی ہیں۔ رشید حسن خاں نے غالباً 'ء' اڑانے کی وکالت کی ہے' مگر ہمزہ کے بغیر ان کو صحیح کیسے پڑھا جائے گا؟[10] والسلام

لاہور	خاکسار
۱۸۔ دسمبر ۱۹۹۴ء	خالد

(۷)

برادرم! السلام علیکم

مزاج عالی؟ دونوں خط ملے اور ان کے ساتھ ہی کتاب بھی[1]۔ کتاب کا نہایت شکر گزار ہوں۔

آپ نے بہت محنت، سلیقے اور ذہانت سے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کا نثری اسلوب بہ ذاتِ خود لائقِ ستائش ہے۔

نظم ملفوف ہے[2]۔ میں نے اپنے کسی خط کی کبھی نقل نہیں رکھی۔[3] خط کا اگلا حصہ غالباً ضائع ہو گیا (غالباً نہیں، یقیناً)، میں نے آج پھر خطوں کی فائلوں کو ایک ایک کر کے دیکھا، مگر سوائے پسینے کے کچھ حاصل نہ ہوا۔[4]

نقل کردہ شعر معلوم نہیں، کس کا ہے؟[5]

بک لینڈ کراچی... یادش بہ خیر[6]

آں دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد

لاہور	خاکسار
۳۱۔ جولائی ۱۹۹۵ء	خالد

۷۹۔ این، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور کینٹ۔ ۵۴۷۹۲

(۸)

برادرم! السلام علیکم

نہایت معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو یاددہانی کا خط لکھنا پڑا۔ نظم ارسال ہے[۱] آپ چاہیں، تو اسے شاملِ اشاعت کریں۔

لاہور — خاکسار

۳۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء — خالد

(۹)

برادرم! سلامت ورحمت

پہلے تو شادی کی مبارک باد قبول فرمائیں۔ شاکر صاحب[۱] کا سہرا بہت خوب ہے[۲] چند متبادل میں نے تجویز کیے ہیں (صرف تجویز!)، رد وقبول کا فیصلہ آپ دونوں پر ہے۔

۳۔ جیبِ فراق = دامانِ ہجر

۶۔ بہ صد ہزار = بہ صد اداو

عروسِ بختِ شاد اس کی جگہ بہت سے مرکبِ توصیفی آسکتے ہیں، مثلاً: عروسِ آئنہ سیما، عروسِ حور شمائل، عروسِ زہرہ نگاہ و، عروسِ زہرہ جمال و

۸۔ پہلے مصرع کی جگہ: گلِ مراد بہ چیدن بہ دستِ شوقِ وصال

خوش ادا = خوش لقا

نئی زندگی کا سفر مبارک ہو: یارب بنے بنی میں ہمیشہ بنی رہے۔

شاکر صاحب سے بھی سلام کہیں۔

لاہور — خاکسار

۷۔ مئی ۱۹۹۷ء — خالد

(۱۰)

برادرم! سلام ورحمت!

فردا! ملا۔ اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی!

پرچہ صورتاً دل کش اور معناً دل کشا ہے۔ آپ نے اسے بڑی کاوش، ذوق اور سلیقے سے مرتب کیا ہے اور واقعتہً ایک یادگاری چیز بنادیا ہے۔

اداریے میں نعتیہ ٹکڑا بڑا خوب صورت اور پُر تاثیر ہے، کیا آپ کا ہے؟ جس کا بھی ہے، اس کی خوش نوائی اور معنی آفرینی میں کوئی شک نہیں۔ ؎

میرا موجودہ پتا ہے: ۱۰۲۔سی، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی

لاہور کینٹ۔۵۴۷۹۲ فون: ۵۷۲۶۶۰۵

لاہور	خاکسار
۹۔ جولائی ۱۹۹۷ء	خالد

(۱۱)

برادرم! السلام علیکم

آپ کا سوال نامہ ملا۔ اپنے فہم و درک کے مطابق یوں عرض پرداز ہوں:

۱۔ بزرگ دوست کا ارشاد مصرع کے مفہوم کا احاطہ تو کرتا ہے، مگر لفظ 'بینائے' ہے، دیکھنے والے نہ کہ جاننے اور سمجھنے والے۔ آپ کا 'صاحبِ نظر افراد' بھی کچھ ایسا بے جا نہیں، یہ بھی مصرع کا حق ادا کر رہا ہے۔ ! صاحبِ نظر اور دیدہ ور وہی تو ہوتا ہے 'جو حقیقت نگر ہو؛ تہ رس ہو... گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود... کا مصداق: جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا:

دیدہ ور آں کہ نہد دل بہ شمارِ دلبری
در دلِ سنگ بنگرد رقصِ بتانِ آزری
راہ زیں دیدہ وراں پرس کہ در گرم روی
جادہ چوں نبضِ تپاں در رگِ صحرا بیند

(غالبؔ)

۲۔ پروفیسر رفیق خاور صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

ان نواؤں کی بدولت روح کو حاصل ثبات
کارفرما ان میں تھا سوزِ درونِ کائنات

'گرمی اور[۲] کا اشارہ 'نواہا' کی طرف ہی معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ یہ نوائیں ان آتش نواؤں کی ہیں، جنھوں نے جانِ حرم میں شور مچا رکھا ہے۔ 'این' کی جگہ 'او' لانے کی بہ ظاہر کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی، [مگر دل کی اپنی منطق ہے، علمِ منطق جسے سمجھنے سے قاصر ہے... پاسکل]

۳۔ ہیبتِ نظارہ از ہوشم ربود[۳]

ہیبتِ نظارہ نے مرے ہوش پراگندہ کر دیے/اڑا دیے؛ مجھے مبہوت کر دیا۔[۴]

۴۔ صفحہ ۱۲۲ پر یہ شعر آتا ہے۔[۵]

مردِ مومن با خدا دارد نیاز
'با تو می سازیم تو با ما بساز'

مردِ مومن/پختہ کار مرد اپنے توکل، نیاز مندی اور اطاعت کیشی سے خود تقدیرِ یزداں اور ضمیرِ کُن فکاں بن جاتا ہے۔ وہ تخلق باخلاقِ اللہ اور اتصاف باوصافِ اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے:

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

بہ قولِ بوترابؑ: رضینا قسمۃ الجبار فینا[۶] ...'جو جبار نے ہمارے لیے مقسوم کر دیا ہے، ہم اس پر راضی ہو گئے۔ یہی شیوۂ تسلیم و رضا جبر کو اختیار میں تبدیل کر دیتا ہے:

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود

جب انسان خدا کی رضا کو اپنی رضا بنا لیتا ہے؛ جب وہ ظاہر و باطن سے راضی بہ رضا ہو جاتا ہے؛ اپنے آپ کو مکمل طور پر کردگار کے سپرد کر دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کے جو بھی فیصلے؛ جو بھی تقدیریں ہیں، وہ اس کے بھلے کے لیے ہیں؛ اس کی معاونِ حیات ہیں، تو دوئی مٹ جاتی ہے اور اس کے اندر کی کش مکش ختم ہو جاتی ہے، اسے سکینت، طمانیتِ قلب اور جمعیتِ خاطر نصیب ہو جاتی ہے۔ اثباتِ ذات، استحکامِ ذات اور ارتکازِ ذات اسے ایک بے پناہ قوت بنا دیتے ہیں۔

سمندر پاٹنے والی، پہاڑ کاٹنے والی

مگر جو کم زور اور قوتِ ارادی سے محروم شخص ہوتا ہے، وہ ہمیشہ قسمت کا شاکی اور اپنی محرومی و ناکامی پر نوحہ کناں رہتا ہے۔ یہی گومگو اور کن مکن کی کیفیت اسے کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے نہیں دیتی۔ وہ ستیز گاہِ جہاں میں پسپائی اختیار کر لیتا ہے اور بہ جائے اس ہزیمت و بے دلی کو اپنی کوتاہی اور کم ہمتی کی پاداش سمجھنے کے، اسے مقدر کی ناانصافی پر محمول کرتا اور ہر وقت جلتا کڑھتا رہتا ہے۔ جب صابر و شاکر انسان اپنے آپ کو خدائے لایزال کی لم یزل تقدیر کے حوالے کر دیتا ہے، تو وہ دریا کے دھارے کے خلاف نہیں، بل کہ اس کے ساتھ تیرنا شروع کر دیتا ہے ۔ اس لیے اس کی طاقت اور کار گزاری کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ وہ 'ایک' سے 'کئی' ہو جاتا ہے اور جو آدمی اس معرفت سے محروم ہوتا ہے، وہ اپنی کم فہمی سے اپنے آپ کو مجبور و معذور کہہ کر ہر ذمہ داری سے سبک دوش ہونے کی سعیِ ناکام کرتا ہے ۔ اسے جبر کو قدر اور قضا کو قصد و اختیار بنانے کا نسخۂ کیمیا نہیں آتا۔ وہ اپنے اولوالعزم بھائی کی طرح یہ نہیں کہہ سکتا:

من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم

انسان اپنے اختیار میں مختار اور اپنے امکانات کو بروئے کار لانے میں پورے طور پر آزاد ہے ۔ 'پختہ مرد' مشیت کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے خدا کو عادل اور رحیم و کریم مان کر خواہ مخواہ قضا و قدر سے برسرِ پیکار نہیں ہوتا۔ اپنی طاقت کو بے وجہ فریاد و فغاں میں ضائع نہیں کرتا، بل کہ مثبت اور تخلیقی انداز میں اپنے جوہر کے فروغ، اپنی حیاتِ مستعار کی غرض و غایت کے حصول اور منشائے ایزدی کی تکمیل میں لگاتا ہے ۔ یہ کرنے والا اولوالعزم اور صاحبِ ہمت ہے ۔ وہ سمجھتا ہے: خُدا صرف ان کی کرتا ہے مدد، اپنی مدد جو آپ کرتے ہیں!

مردِ قوی رمومن خدا سے حسنِ ظن رکھتا ہے:

کار سازِ ما بہ فکرِ کارِ ما

اس کے برعکس مردِ ضعیف 'کاش' اور 'اگر' کا شکار ہو کر نامرادی اور بے حاصلی کے نرغے میں گھر کر رہ جاتا ہے:

اجل ان سے مت کر حجاب
اجل ان سے مل
اجل یہ سب انسان منفی ہیں

منفی زیادہ ہیں، انسان کم
ہوان پر نگاہِ کرم (ن م راشد)
اس سے اگلا شعر ہے۔[صفحہ۱۲۲]:

عزمِ او خلاقِ تقدیرِ حق است
روزِ ہیجا تیرِ او تیرِ حق است

و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کی طرف اشارہ ہے:[القرآن:۸:۱۷]

فضائے بدر پیدا کر، اتر سکتے ہیں گردوں سے
فرشتے تیری نصرت کو قطار اندر قطار اب بھی

یہ وہ مقام ہے، جہاں تقدیر اور تدبیر مل جاتے ہیں:اے اہلِ راز کیا یہی مقام وحدۃ الوجود ہے؟

بھگوت گیتا میں ہے:''جہاں انسان اس حالت کو پہنچ جائے کہ سب ہی کام راگ اور دویش کو چھوڑ کر پرماتما کے حکم کے مطابق کرے، تبھی سمجھنا چاہیے کہ وہ کچھ نہیں کرتا، جو کچھ پرماتما اس سے کراتے ہیں، وہی کام اس سے ہوتا ہے، اس لیے وہ 'کرتا' ہوتے ہوئے بھی 'اکرتا' ہے۔

ہے ارجن! جو پرش کسی میں موہ نہیں رکھتا؛ کسی سے خوف نہیں کھاتا؛ کسی پر غصہ نہیں کرتا، ساتھ ہی مجھ میں مگن رہتا ہے۔ ہر طرح میرے ہی آشرے اور بھروسے پر رہتا ہے اور گیان روپی تپ سے پوتر ہوگیا ہے، وہ مجھ میں مل جاتا ہے۔''

یہ راز و نیاز، قرب و تقرب اور وصل و اتصال کا مقام ان صاحب ہمتوں اور پختہ مردوں کو نصیب ہوتا ہے، جن کے بارے میں عارف رومی کا فتویٰ ہے:

بزیرِ کنگرۂ کبریاش مردانند
فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر

۵۔ بیضا ستند: بیضا استند۔ است،استند، اند کا الف عموماً اڑ جاتا ہے اور ماقبل کے لفظ میں مدغم ہو جاتا ہے۔ از صرف 'ز' رہ جاتا ہے۔ یہ فارسی میں عام ہے۔ ؎

سعدی: راستی موجب رضائے خُداست[خدا است]
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

حسود را چہ کنم کاوز خود برنج درست [دراست]
کہ از مشقتِ آں جز بمرگ نتواں است

حافظ: در نظر بازیِ ما بے خبراں حیرانند [حیران اند]

۶۔ خدا کی طرف: از بسکہ حق ورائے مرگ اور کیف و کمِ مرگ سے ناآشنا ہے، اس لیے ہم علمِ مرگ میں اس سے بڑھ کر ہیں۔ کتنا بے ادبانہ ادعا ہے! ۸

وسع ربنا کل شیءٍ علماً... ان اللہ بکل شیءٍ علیم... وان اللہ قد احاط بکل شیءٍ علماً کو شاعر نے شعری رو میں نظر انداز کر دیا، لیکن پیر رومیؒ مریدِ ہندی کی وکالت کے لیے موجود ہے:

گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب
جوششِ عشق است، نے ترکِ ادب

۷۔ زرتشت کا زمانۂ وفات ۵۷۱ ق م بیان کیا جاتا ہے۔

'ارّہ' کا اشارہ حضرت یحییٰؑ (یوحنا) کی طرف ہے، وہ حضرت عیسیٰؑ کے خالہ زاد تھے اور ۴۴ء میں ہیرودلیس اگریپا اوّل کے حکم سے رقاصہ سلومی کے تقاضے پر شہید ہوئے۔

'کرم' کا اشارہ حضرت سلیمانؑ کی طرف ہے کہ ان کے عصا کو دیمک نے کھا لیا تھا۔ حضرت داؤدؑ نے ۹۳۰ ق م میں وفات پائی، تو وہ تخت نشین ہوئے۔

'صلیب' کا اشارہ حضرت مسیحؑ کی طرف ہے، حالاں کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے۔

ارّہ اور صلیب کی تلمیح سہوِ تاریخی (Anachoronisim) کی ذیل میں آتی ہے اور زرتشت حضرت سلیمانؑ کے قصے سے بھی کہاں واقف ہوگا؟ ۹

۸۔ ابنِ سینا کا دل ۱۰ بیاض [کتاب القانون فی الطب] میں اٹکا ہوا ہے: وہ اس کی ورق گردانی میں مصروف ہے: اس کو اپنے فارما کوپیا (نسخوں) کی چھان بین اور اس ران پر غور و خوض ہی سے فرصت نہیں۔

۹۔ سلطان ۱۱: سلطانی، سلطنت: الا بسلطان (سورۂ رحمٰن: ۳۳) زور، قوت

سلطان ٹیپو کو شہادت کا جام پینے کے سبب وارثِ جذبِ حسینؑ کہا ہے۔ اس میں فقر بھی تھا اور سلطانی بھی؛ سلمانی بھی اور سلیمانی بھی۔ وہ سلطان تھا مگر فقیر منش، فقیر دوست اور فقیر پرور!

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند... کی تصویر
ایک دوسری جگہ فقر و سلطانی کی ترکیب ہے:

ہمیں فقر است و سلطانی کہ دل را
نگہ داری چو دریا گوہرِ خویش

اپنے بزرگ دوست سے سلامِ شوق کہیں۔ امید ہے آپ ہر طرح خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کی بحثوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

لاہور — خاکسار
۲۹۔ جون ۱۹۹۸ء — خالد

(۱۲)

برادرم!

میرا تفصیلی خط مل گیا ہوگا۔ اس میں میرے معروضات معلوم نہیں، کس حد تک قرینِ صواب اور کس حد تک محلِ نظر ہیں۔ مجھ سے بے خیالی میں ایک فاش غلطی ہوگئی۔

ارّہ... آرے کا اشارہ حضرت زکریاؑ کی طرف ہے، جو حضرت یحییٰؑ [یوحنا اصطباغی] کے والد اور حضرت مسیحؑ کے خالو تھے۔ ان کی زوجہ الیشع [ایشاع] اور حضرت مریمؑ کی والدہ حنہؓ دونوں سگی بہنیں تھیں۔ ا؎ حضرت یحییٰؑ کی شہادت (۴۴ء) کے بعد خوف زدہ ہوکر وہ جان بچانے کے لیے بھاگے۔ یہودی ان کا پیچھا کر رہے تھے، ایک درخت کا کھوکھلا تنا نظر آیا، وہ اس میں گھس گئے۔ تعاقب کرنے والے ان کے خون کے پیاسوں نے دیکھ لیا اور آرے سے درخت کے ساتھ انھیں بھی چیر ڈالا۔

حضورؐ کا ارشاد ہے: کان زکریا نجارا [مسند احمد بن حنبل] زکریاؑ بڑھئی تھے۔ لوقا کی انجیل میں انھیں کاہن کہا گیا ہے۔

زکریا کلوتر چرایو۲؎... خواجہ غلام فرید
آری نال جا زکریا پاڑیونیں ۳؎... ہدایت اللہ

اس فروگذاشت پر سخت نادم ہوں۔

لاہور | خاکسار
یکم جولائی ۱۹۹۸ء | خالد

(۱۳)

برادرم! سلام و رحمت

آپ کے سوال نامے کے جواب میں، میں نے دو خط لکھے تھے۔ ایک مفصل سات آٹھ صفحات کا اور دوسرا اس کے ایک دو دن بعد مختصر وضاحتی۔ امید تو ہے کہ آپ کو مل گئے ہوں گے، لیکن آپ نے رسید تک بھیجنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

پہلے خط میں غالبؔ کے جو دو شعر میں نے لکھے تھے، ان میں دوسرے شعر کے مصرع ثانی میں 'رگِ صحرا' نہیں 'تنِ صحرا' ہے۔ وضاحتی میں بے خیالی میں حضرت مریمؑ کی والدہ کا نام بہ جائے ''حنہ'' کے غالباً ''حمنہ'' لکھا گیا۔ ۱

لاہور | خاکسار
۳۔ اگست ۱۹۹۸ء | خالد

(۱۴)

برادرم! السلام علیکم

نوازش نامہ ملا۔ ''جنگ'' کا وہ کالم، جس کا میں نے ذکر کیا تھا، وہ 'بیابہ مجلسِ اقبال' کے عنوان سے ۹۔ جولائی ۱۹۹۸ء کو شایع ہوا تھا۔ ۱

کتاب میں آپ نے بڑی محنت اور کاوش کی ہے۔ میرے خطوط اس میں شامل ہیں، میں اس پر کیا رائے زنی کروں۔ دوسرے مستعد و اہل، اہلِ قلم اس کارِ خیر کے لیے موجود ہیں۔ اخباروں، رسالوں میں کتاب بھیجیں، منصف مزاج لوگ آپ کی دیدہ ریزی کی داد دیں گے۔ ۲

فرہنگِ آصفیہ، نور اللغات، فیلن، فاربس، شیکسپیئر اور پلیٹس میں تو صرف 'کاش' اور 'کاشکے' ہے۔ فرہنگِ اسٹنگاس (Persian -English Dictionary --- Steingass) نے البتہ

'کاشک'، 'کاشکہ' اور 'کاشکے' تینوں دیے ہیں۔ (رچرڈسن نے بھی 'کاشک' دیا ہے۔)

قواعد کی کتابوں میں حروفِ فجائیہ کے تحت (حرفِ تمنا 'طلب کی مد میں) صرف 'کاش'، 'اے کاش' اور 'کاشکے' کا اندراج ہے، البتہ 'کہ' کہیں نظر نہیں آیا۔[3]

لیلیٰ اور سلمیٰ کو الف مقصورہ 'ی' کے ساتھ ہی لکھنا چاہیے، یہ علامتِ تانیث ہے[4] والسلام

زیادہ نیاز

لاہور — خاکسار

یکم اپریل ۱۹۹۹ء — خالد

(۱۵)

برادرم!

آپ کا اوپن یونیورسٹی میں آنا مبارک ہو۔

خط کے ساتھ دونوں گراں قدر کتابیں بھی ملیں، جو اپنے مرتب کی دیدہ وری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔[1] قبلہ نثار صاحب کا مقالہ مکمل شکل میں شایع ہونا چاہیے، تاکہ ان کا پورا کام اہلِ نقد و نظر کے سامنے آ کر اپنی قدر و قیمت مشخّص کروا سکے۔[2]

اجمال[3] کے ایک دو شمارے تو بھجوائیں، تاکہ کچھ اندازہ ہو سکے کہ کس قماش اور معیار کا پرچہ ہے؟

لاہور — خاکسار

۲۔ جون ۲۰۰۳ء — خالد

(۱۶)

ساحر صاحب! تسلیم و تحیت

والا نامہ ملا۔ اس سے پہلے جب آپ نے نثار صاحب کی کتابیں بھجوائی تھیں اور پرچے میں لکھنے کے لیے کہا تھا، تو میرے جوابی خط پر آپ نے بالکل چپ سادھ لی۔ معلوم نہیں، وہ آپ کو ملا بھی تھا یا نہیں؟

اب آپ نے جو استفسارات کیے ہیں۔ اپنے فہم و درک کے مطابق ان کے جوابات عرض کرتا ہوں:

۱۔ قرار واقعی: بلا اضافت ہے۔

فردِ فرید: اضافت کے ساتھ: یکتا، یگانہ، بے مثل، بے نظیر شخص، جو اپنی مثال آپ ہو... فرید الدہر... ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے ۱

۲۔ گرد باد or گِرد باد: **John Shakespear**

Duncan Forbes

گَرد باد: Vulg گِرد باد: **Platts**

گِرد باد: **John Richardson**

گَرد باد: **Fallon**

گِرد باد: **Wallaston**

گِرد باد: **Steingass**

نور اللغات: یہ لفظ بالکسر اور بالفتح دونوں طرح صحیح ہے۔ بالکسر: گول ہوا، بالفتح: پھرنے والی ہوا، بگولا

فرہنگِ عامرہ: گِرد باد فرہنگِ آصفیہ: گَرد باد: ہوا چکر، بگولا

علمی اُردو لغت: گَرد باد فرہنگِ کارواں: گِرد باد

فرہنگِ اقبال: گَرد باد لغاتِ کشوری: گِرد باد

قائد اللغات: گِرد باد غیاث اللغات: بالکسر معروف است کہ بہند بگولہ نامند ۲

۳۔ خدام ادب: خدام کے بعد علامتِ ندائیہ تب درست ہوتی، اگر ان سے تخاطب ہوتا؛ انھیں آواز دی ہوتی: اے خدام! جو ظاہر ہے نہیں۔ ترکیب خدامِ ادب ہے، یعنی خادمانِ با ادب ۳

۴۔ خوں ریز (اس شعر کے سیاق میں): دوسروں کا نہیں، بل کہ اپنا خون گرانے والا، اپنا خون پسینہ ایک کرنے والا، اپنے خون کو رزقِ خاک بنانے والا، خوں فشاں، جاں فشاں، انتہا کا جفاکش، ہر رنج وتعب کو سہنے والا۔ ۴

۵۔ صحیح ترکیب سنگِ میل ہے: Milestone، نشانِ راہ، سنگِ نشان... عطف کے ساتھ بے معنی ہے۔ علامہ غالباً روا روی میں 'برگ و ساماں' کی مناسبت سے 'سنگ و میل' لکھ گئے ۵: کبھی ہومر بھی اونگھ جاتا ہے

۶۔ عامِ مستعمل ترکیب تو 'روحِ رواں' ہی ہے، مگر 'روح و رواں' بھی صحیح ہے۔ اقبال کی طرح غالب نے بھی دونوں ہی ترکیبیں استعمال کی ہیں۔[6]

۷۔ کیا نیچے کی طرف اڑان کے لیے 'پرواز' کے علاوہ کوئی اور مخصوص لفظ ہے؟ کیا اڑتے ہوئے پرندے نیچے اوپر اڑانیں نہیں بھرتے؟ جب جہاز لینڈ کر رہا ہوتا ہے، تو کہا جاتا ہے:... کی پرواز آ گئی ہے![7]

۸۔ فرنگ کسی کی جھولی میں گرنے والا نہیں۔ علامہ کو خواہ مخواہ وسوسہ ہو گیا تھا اور وہ غلبۂ اسلام کا خوش آیند خواب دیکھنے والوں کی طرح زوالِ فرنگ کی عمر بھر پیش گوئیاں کرتے رہے۔ کیا تاتاریوں کی طرح وہ اسے اسلام کی جھولی میں گرتا ہوا دیکھ رہے تھے؟[8]

۹۔ مردمِ دیدہ: اضافت کے ساتھ۔ دیکھے بھالے لوگ، یعنی وہ لوگ جنھیں مصنف نے دیکھا ہے اور جن سے اس کی میل ملاقات رہی ہے۔ اگر بغیر اضافت کے ہو، تو اس کے معنی ہوں گے، وہ شخص جس نے لوگ دیکھے ہوں۔ جیسے: جہاں دیدہ... جس نے دنیا دیکھی ہو۔ مردمِ دیدہ، مردمکِ چشم، مردمِ چشم: آنکھ کی پتلی... یہ بھی اضافت کے ساتھ ہے، یعنی مرکبِ اضافی ہے۔[9]

۱۰۔ پورا شعر لکھیں۔[10]

۱۱۔ دوہاجُو / دہاجُو: ج مضموم۔ وہ آدمی جو دوسری شادی کرے۔ دَوِج بار (دوسری) یہاں مستعمل کے معنی میں ہے، یعنی وہ قافیے جو کنوارے (virgin) نہ ہوں؛ نئے نہ ہوں۔[11]

قرآن میں حوروں کی تعریف میں ہے: لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان

...جن کو ان سے پہلے، یعنی اہلِ جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا، نہ کسی جن نے... جو اچھوتی ہیں؛ شوہر نادیدہ ہیں۔ سلوی[12] میں میرا ایک مصرع ہے:

باغیچہ تیرے بدن کا ہے مقفل اب تک!

یعنی وہ قافیے جو پہلے بھی دوسروں کے استعمال میں آ چکے ہوں، جو صرف شاعر کی دریافت اور اس کی اختراع نہ ہوں۔

۱۲۔ گھایَل (زبر، زیر دونوں کے ساتھ درست) قاتل کا ہم قافیہ کیوں نہیں ہو سکتا؟[13]

۱۳۔ جو بچہ ابھی اُردو کا حرف شناس ہی نہیں، وہ آپ کے ثقیل الفاظ: موقوف، مجزوم، ساکن، غنہ... سن کر حواس باختہ نہیں ہو جائے گا؟[14]

گوشت: گاف واؤ: گو،ش، ت: گوشت...رنگ: رے زبر نون: رن، گاف: رنگ
چُولھا: پہلے تو چ پر پیش ڈالیں۔ قاعدے میں غالباً نہیں ہوگی۔ چ پیش واؤ: چُو لام ھے: لھے الف: لھا: چُولھا
ہَمارا: پہلے "ہ" پر زبر ڈالیں، پھر بچے سے کہلوائیں۔ ھے زبر میم الف ما: ہما رے الف: را: ہمارا

۱۴۔ رھڑ و ۱۵ا: ریہڑو، ریہڑا، رھڑا، رھڑی: ریتلی، بنجر زمین ھذا ما عندی!
امید کہ آپ ہر طرح خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ڈاکٹر نثار صاحب سے سلامِ شوق کہیں۔ کیا انھیں میرا خط مل گیا تھا؟

لاہور	خاکسار
۱۰۔ ستمبر ۲۰۰۳ء	خالد

(۱۷)

ساحر صاحب! السلام علیکم
والا نامہ ملا۔ مجھ سے مراسلت کے لیے کیا کوئی پروانۂ راہ داری درکار ہے؟ بردرِما حاجب و دربان نیست... میں تو ایک حقیر فقیر آدمی ہوں۔ یہ تو اربابِ جاہ و حشم ہوتے ہیں، جن تک رسائی کے لیے اذن اور وسیلے کی ضرورت ہوتی ہے۔
میں اگرچہ علمی لحاظ سے ایک بے بضاعت شخص ہوں: کل رجلٍ اعلم منی خالد!

علم میں بڑھ کر ہے مجھ سے ہر کوئی
پھر بھی اپنی حد تک مجھے یہ وعید یاد رہتی ہے:
جس کسی سے ہوا سوال کبھی
نکتۂ علم کا، ہو آ گاہی
اسے جس کی، جوابِ استفسار
نہ دیا اس نے اور رہا خاموش
اور یوں خفیہ رکھا علم اپنا
تو لگام آگ کی اسے دے گا

حشر کے روز داورِ محشر!
سوا اپنی دانست کے مطابق آپ کے سوالوں کا جواب حاضر ہے:
ا۔ نوراللغات: بالضم و فتح را (معرب کسریٰ)

Steingass: Khusrav. Khusrau

Shakespear: Khusrau

Richardson: Khusrau

خسرو: بدو گفت اے گیو خسرو منم
جہاں را یکے مژدۂ نو منم (فردوسی)

کہن شد قصۂ شیرین و خسرو
بشیرینی نشانم قصۂ نو (جامی)

ہر اک مقام سے آگے گزر گیامہِ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ ودو؟
رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسرو (اقبال)

فرہنگِ آصفیہ: خِسرَو... خُسرو: Brown: Khusrow

ڈاکٹر وحید مرزا (لائف اینڈ ورکس آف امیر خسرو) Khusro Khursoe

(بحوالہ: امیر خسرو دہلوی... ممتاز حسین) عام تلفظ یہی ہے۔

خُسرُو: فرہنگِ کارواں: بعض لوگ خُس رُو پڑھتے ہیں، یعنی خُوش رُو

فرہنگِ عامرہ: خُس رُو

خیر الدین الزرکلی نے بھی الاعلام میں خُسرُو لکھا ہے۔

Platts: Khusrau.(vulg) Khusru

Khusru Khusrau or:Forbes

۲۔ دیوتا۲ بروزنِ فاعلن ...ناخدا، مرحبا، آشنا وغیرہ
کہ سورج دیوتا گاتے ہیں دیپک راگ پانی پر (انشا)
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے (اقبال)
لیکن درمیانی 'ی' گرا کر اسے دوتا بروزن فعلن بھی باندھا گیا ہے: Deota اور بہت سے ہندی الفاظ و اسما کی طرح، مثلاً:

پیار: پار تیاگ: تاگ پیاس: پاس تیاگی: تاگی
شیام: شام دھیان: دھان کہیے کیا چیز دھیان میں آئی (یگانہ)
گیان: گان: مگر آتما کا جنھیں گیان ہے
پریکشا: پرکشا دیودار: دودار شیو: شو

... 'ی' کے علاوہ اور حرف (ہندی الاصل) بھی تقطیع میں گر جاتے ہیں، مثلاً:

پریتم: پتیم لکشمی: لچھمی راکش: راچھس لکشمن: لچھمن
رسرتی: سرتی کشما، کھشما: چھا، شما شراپ، سراپ: شاپ سوانگ: سانگ
کشیتر، کھشیتر: کھتیر (کھیت) تپوبن: تپ بن کرشن: کشن رتو: رت

۳۔ آتش۳: فرہنگِ کارواں: آتِش اور آتَش دونوں طرح درست ہے۔
معین الشعراء: بالفتح 'تا' و بالکسر 'تا' دونوں طرح صحیح ہے۔
نور اللغات: بہ کسر 'تا' و بہ فتح 'تا' دونوں طرح صحیح ہے، لیکن اساتذہ کے کلام میں عموماً بہ فتحِ 'تا' پایا جاتا ہے۔
غیاث اللغات: آتش بالفتح و کسرِ فوقانی ہر دو درست است۔
امیر اللغات: اس لفظ میں فرہنگ نگاروں نے کسر و فتح تائے قرشت میں اختلاف کیا ہے۔
فرہنگِ آصفیہ: اکثر فرہنگ نویسوں نے تو بکسر 'تا' اور بفتحِ 'تا' دونوں طرح روا رکھا ہے، مگر بعض نے صرف اخیر صورت کو مانا ہے۔

آتش: حریص و جہاں سوز و سرکش مباش
ز خاک آفرید ندت آتش مباش (سعدی)

دیوانہ ام ز خانہ مشوش برآمدہ
طوفانم از تنورِ پر آتش برآمدہ (نظیریؔ)

آہ تن سوزِ دروں سے شکلِ آتش ہے مرا
دل کسی آتش کے پرکالے پہ جو غش ہے مرا
...جرأت

آتَش: گفت آتِش من ہمانم آتِشم
اندر آ تا بہ بینی تابِشم (رومیؔ)

Shakespear: آتَش or آتِش
Staingass: Atish Farbes: آتِش or آتَش
Wallaston : آتِش Falion : آتِش Platts : آتِش

۴۔ عفو: عَفو: درگزر، معافی، بخشش

قرآن: ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ: ۲۱۹:۲) اور پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں، کہہ: جو افزود ہو؛ جو تمھاری ضرورت سے زائد ہو۔

خذ العفو وامر بالمعروف (الاعراف: ۱۹۹:۷) عفو اختیار کر (خوب کر معاف کرنا) اور کہہ نیک کام کا

حدیث: سلوا اللہ العفو والعافیۃ والمعافات

عَفُو: معاف کرنے والا، بخشش کرنے والا، درگزر سے کام لینے والا، صفاتی نام خدا تعالےٰ کا

ان اللہ لعفو غفور (الحج: ۶۰:۲۲) بے شک خدا درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

ان اللہ کان عفوا ''غفورا'' (النساء: ۴۳:۴)

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں (اقبالؔ)
رحمِ خدا ہے عفوِ گنہ پر تلا ہوا (امیر مینائی)

کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے
خطا سے پہلے ہی عَفوِ قصور ہوتا ہے (جلیلؔ)

مجرم ایسا ہوں کہ عصیاں کا نہیں جس کے شمار
عَفو کر عَفو کر اے چشمۂ فیضِ غفار!

عفو تیرا نہ ہوتا گر ماٴمن
مطمئن دل کبھی نہیں ہوتا (میر حسنؔ)

فرہنگِ آصفیہ: آمرزش، خطا بخشا، باوجود قدرت عقوبت نہ دینا
شیخ سعدی نے بوستان میں بضمِ ثانی بھی باندھ دیا تھا:
عفُو کردم از وے عمل ہائے زشت

نوراللغات: بالفتح وسکونِ دوم وسوم۔ فارسیوں نے بفتحِ اول وضمِ دوم بھی کہا ہے:
اگر سہو بے بود در وے عفوکن
دریدہ پردۂ کارم رفو کن (ناصر خسروؔ)

میر انیس کا مصرع ہے: ہاتھوں کو بھی جوڑا کہ عفُو کیجیے تقصیر
معلوم نہیں سعدی اور انیس نے عَفُو باندھا ہے یا عَفو۔ یہ دونوں معجز بیان شاعر بڑی آسانی سے "بحلِ" کا لفظ لا سکتے تھے، لیکن شاعر اکثر اپنی مطلق العنانی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، جسے Poetic License کہتے ہیں۔

عربی محاورہ ہے: یجوز للشاعر مالا یجوز لغیرہ... جو اور کو جائز نہیں جائز ہے شاعر کے لیے

Fallon: afv. afu(pop--- Popularly)

بہ ہر حال صحیح لفظ عَفو ہی ہے، ان شاعروں کی من مانیوں کے باوجود!
قرآن کے کس نسخے میں آپ نے ترازی ۵ کا لفظ دیکھا ہے؟ صرف الفرائدُ الدُّرِیہ میں یہ لفظ ملتا ہے اور اس کے معنی لکھے ہیں: Scales. balance یعنی ترازو سے مشتق بتایا ہے۔ واللہ اعلم!
مزاج امید کہ بہ خیر ہوں گے۔ نثار صاحب سے سلام و نیاز کہیں۔

لاہور — خاکسار
۲۷۔ ستمبر ۲۰۰۳ء — خالد

(۱۸)

ساحر صاحب! السلام علیکم

نوازش نامہ ملا۔ ممنون ہوں گا، اگر آپ ان مقامات کی نشان دہی کر دیں، جہاں پروف کی اغلاط رہ گئی ہیں۔[۱]

جب آپ مولانا ارشد[۲] کے ساتھ میرے ہاں آئے تھے، تو کیا میں نے آپ کو کتاب العلم[۳] پیش کی تھی؟

لاہور	خاکسار
۲۰۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء	خالد

(۱۹)

ساحر صاحب! السلام علیکم

اغلاط نامہ دیکھا، تو بے اختیار مصحفی یاد آئے:

مصحفی ہم تو سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

آپ نے جس باریک بینی اور دیدہ ریزی سے کتاب کو پڑھا ہے، وہ میرے بس کی بات نہیں۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے۔

صفحہ ۱۰۷ کا مصرع اصل میں یوں ہے: ہے اک لرزشِ زیرِ لب تیرا خندہ

اور صفحہ ۲۳۲ کا یوں: یہ سیرین، وہ ماریہ قبطیہ ہے... دونوں بہنیں تھیں۔

'ب'[۱] کبھی تزئین کے لیے بھی آتی ہے: بگو(گو)، برو(رو)، بتابد(تابد)، بگفت (گفت)، کبھی زائد ہوتی ہے: تابکجا (تا کجا)' تابکے(تاکے)' بجز(جز) دونوں میں بہ ظاہر کوئی ایسا فرق نہیں۔

شیخ سعدی کے 'بتابد' کے 'ب' کو چاہے آرایشِ بیاں یا زائد سمجھ لیں، چاہے ضرورتِ شعری۔ ان کا ایک اور مصرع بھی ایسا ہی ہے (اور بھی بے شمار ہوں گے، ان کے اور دوسرے شاعروں کے بھی)

بہ دریا در منافع بے شمار است

'ب' اور 'در' دونوں 'میں' کے معنی دے رہے ہیں۔
مزاج امید کہ بہ خیر ہوں گے۔

لاہور — خاکسار
۸۔نومبر۲۰۰۳ء — خالد

(۲۰)

ساحر صاحب! السلام علیکم
مکتوبِ گرامی ملا۔ مجہول عموماً متعدی افعال کا ہوتا ہے۔ دویدن: دوڑنا... دواندن دوانیدن: دوڑانا... اس کی گردان یوں ہوسکتی ہے :دوانیدہ شدہ باشد:دوڑایا گیا ہوگا (دویدہ باشد: دوڑا ہوگا)
میرے پاس کلیاتِ سودا کا نول کشور کا ۱۹۳۲ء کا جو مطبوعہ نسخہ ہے، اس میں یہ شعر یوں ہے:

ہوا جب کفر ثابت ہے (وہ) تمغائے مسلمانی
نہ (ٹوٹی) شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی — اے

شعر کا مفہوم مجھ پر واضح نہیں اور مزاج کیسے ہیں؟ نثار صاحب سے سلام کہیں۔
لاہور — خاکسار
۱۵۔دسمبر۲۰۰۳ء — خالد

(۲۱)

ساحر صاحب! السلام علیکم
نظم ملی۔ستایش کو اہلِ نظر نے بجا طور پر بادۂ مرد آزما اور مئے مرد افگن کہا ہے۔ آپ نے نہایت مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔

میں وہ نہیں دنیا نے جو مجھ کو سمجھا
بہروپ پہ روپ کا گماں اس نے کیا
عیب اپنے چھپاتا ہوں اپنے سے بھی
ڈرتا ہوں کہیں بھرم نہ کھل جائے مرا!

اپنے سے عیب ہوں چھپاتا اپنے (حالؔی)

آپ کے اس لطفِ خاص کا کن لفظوں میں شکریہ ادا کروں؟ اپنی توصیفِ بے جا پر بھی دل خوش تو ہوتا ہے۔ اس کی نقل میں نے عفت[۲] کو بھیج دی ہے۔

لاہور — خاکسار

۱۹۔ جنوری ۲۰۰۴ء — خالد

(۲۲)

ساحر صاحب! السلام علیکم

مکتوبِ گرامی ملا۔ آپ کے سوالوں کے جواب حسبِ فہم و فرہنگ حاضر ہیں:

۱۔ بملازمانِ سلطاں کہ رساند ایں دعا را
کہ بشکر بادشاہی ز نظر مراں خدارا

مولانا اشرف علی تھانوی نے عرفانِ حافظ میں اس کا مفہوم یوں لکھا ہے:

''بادشاہِ طریقت یعنی مرشد کی خدمت میں کوئی شخص یہ التماس پہنچا دے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو شانِ ارشاد عطا کی ہے۔ اس کا شکریہ ہے کہ مسترشدین کو اپنی نظرِ توجہ سے دور نہ کیجیے، بل کہ ان کے حال پر ہمیشہ توجہ مبذول رکھیے کہ ان کو نفعِ کامل ہو۔''

قاضی سجاد حسین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''بادشاہ کے ملازموں کو یہ التجا کون پہنچائے کہ بادشاہی کے شکرانے میں فقیر کو نظر سے نہ ہٹا۔''

دوسرے مصرعے میں جو الفاظ ہیں، وہ ملازم بادشاہ سے کہنے کی کیسے جرأت کر سکتے ہیں؟ تخاطب بادشاہ سے ہے، مگر بالواسطہ، جیسے نظامِ حیدر آباد کو درباری بندگانِ عالی کے لقب سے مخاطب کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ بادشاہ کے حضور میں کوئی یہ عرضِ نیاز پہنچا دے۔[۱]

۲۔ آرتی بروزنِ فاعلن[۲]

آرتی بج رہی کہیں ٹھن ٹھن کہیں گھنٹوں کی ہو رہی چھن چھن (نظیر)

۳۔ گَسَر بروزنِ فعَل[۳]

جنوں میں کسر یہ بڑی رہ گئی
کہ بیڑی پڑی ہتھکڑی رہ گئی (وجاہت)

اتنی ہی لو بس کسر ہے تم میں
کہنا نہیں مانتے کسی کا (داغ)

اے سوزِ عشقِ پنہاں اب قصۂ مختصر ہے
اکسیر ہو چلا ہوں اک آنچ کی کسر ہے (عزیز)

۴۔ کوئی: فعلن، فاع، فَعل تینوں درست ہے

دکھا دیں گے صف محشر میں ہم کتنے نکلتے ہیں
جو پوچھا اس نے کوئی ہے مرے امیدواروں میں (داغ)

غیر سیرابِ مئے وصل ہوں ہم کوئی نہ ہوں
بانٹ لے کوئی کسی کا درد یہ ممکن نہیں (ناسخ)

مری بہار نہ ٹھہری کوئی خزاں ٹھہری

۵۔ مَے مفرد ہو، تو مَے ۔م ے: فَع اگر موصوف ہو، تو مَئے ۔م ء ے: فَعل ۵

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید حافظ
ایں مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن غالب
بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی؟ غالب
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟ غالب
لعلِ بتاں خوش است و مئے خوشگوار ہم حافظ
کون ہوتا ہے حریفِ مئے مردافگنِ عشق غالب
یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے غالب

۶۔ دست بگیر دسرِ شمشیرِ تیز (پورا شعر کیا ہے اور اس کا سیاق وسباق کیا ہے؟) بہ ظاہر سرِ شمشیر سے مراد قبضہ یا دستہ ہی ہو سکتا ہے۔ دھار والے حصے پر ہاتھ رکھنے یا اسے پکڑنے کی

کوشش سے کیا ہاتھ چر کر لہولہان یا یک قلم قطع ہی نہیں ہو جائے گا؟۶

۷۔ برات بروزنِ نجات ہے

اس لفظ کو بارات لکھنا یا بولنا صحیح نہیں۔ نور اللغات

بارات غلط ہے۔ قائد اللغات (نشتر جالندھری)

بارات کہنا غلط ہے۔ آفاق بنارسی ... معین الشعراء

خدا خدا کر کے دلھن کے مکان پر برات پہنچی۔ فسانۂ آزاد

ساتھ حوروں کے ہے شہید ترا
کیا عدم کو برات جاتی ہے (داغ)

سوالِ بوسہ کو ٹالا جوابِ چینِ ابرو سے
براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو اس کو کہتے ہیں (ذوق)

پہنچے براتیوں کے نہ ہرگز ہجوم کو
انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسماں (ذوق)

لیکن بارات بھی رائج العام ہے، پنجابی میں البتہ برات (جنج) آ گئی، کہتے ہیں۔ Platts نے دونوں اندراج دیے ہیں۔

۸۔ 'نا کتخدا بیٹی' کا مذکر 'داماد' کیسے ہوگا؟ ویسے آپ کی بات میں وزن ہے۔۸

۹۔ ہندو کی مؤنث 'ہندنی' ہوگی، ہندو عورت... ہندوانی: صفت ہندوؤں کا، جیسے: ہندوانی رسمیں۹

۱۰۔ مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں
مغرب میں مگر مشین بن جاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلے
واں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں

آپ نے لکھا ہے: اضافت کے بغیر مصرع (پہلا) بڑا واضح اور صاف ہے۔ اس کا مطلب آپ کیا نکالتے ہیں؟ کون بن جاتے ہیں؟۱۰

۱۱۔ محاورے کو محاورتاً ہی استعمال ہونا چاہیے، مگر اشہبِ خامہ کی ہرزہ تازی کو کون روکے؟[۱۱]

۱۲۔ لغزشِ قلم کے سوا اسے کیا کہا جاسکتا ہے؟ قافیوں کے جبر ہی نے بے قافیہ نظم نگاری کو رواج دیا۔[۱۲]

۱۳۔ اس سے بہتر تقطیع کیا ہوگی، مگر بحر کو نام کیا دیں گے؟[۱۳]

ڈاکٹر نثار صاحب سے سلامِ شوق کہیں۔

لاہور — خاکسار

۵۔فروری ۲۰۰۴ء — خالد

(۲۳)

برادرم ساحر صاحب! السلام علیکم

۹۔ مارچ کا مکتوبِ گرامی ملا۔ اپنی شان دار کامیابی اور ترقی پر دلی مبارک باد قبول کریں۔ دعا ہے کہ یہ مزید ترقیوں اور کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

۱۔ مغلوب کے تلوار سونتنے کا تو شعر میں کوئی قرینہ نہیں [۱] اور پھر حملے کے وقت وہ تلوار کہاں سے لائے گا؟ وہ تو وار سے بچنے اور اسے روکنے کے لیے اضطراراً تلوار کو پکڑنے کی کوشش کرے گا۔ دھار پر ہاتھ رکھ کر تو الٹا شمشیر زن کے کام کو آسان کرے گا۔ مولوی عبدالباری آسی کی مترجمہ ''گلستان'' میں جس پر ڈاکٹر محمد عبدالاحد خلیل (لیکچرر شعبۂ فارسی و اُردو لکھنؤ یونیورسٹی) نے نظرِ ثانی کی ہے۔ اس شعر کا ترجمہ یہ درج ہے: ''ضرورت کے وقت جب بھاگنے کا موقع نہیں رہتا، تو ہاتھ تیز تلوار کا قبضہ تھام لیتا ہے۔''

۲۔ اقبال کے کلام میں شامل غالباً (نہیں، بل کہ یقیناً) یہ اکیلی رباعی ہے، یعنی یہ صحیح معنوں میں رباعی کی بحروں میں ہے۔ وگرنہ اقبال نے اپنے بحرِ ہزج مسدس میں لکھے قطعات کو ہر جگہ رباعی کا نام دیا ہے۔ ایک رباعی اقبال نے انجمنِ حمایتِ اسلام کے جلسے میں مولانا حالی کا کلام پڑھنے سے پہلے کہی تھی:

میں کشورِ شعر کا نبی ہوں گویا
نازل ہے مرے لب پہ کلامِ حالی [۲]

میرے پاس شیخ غلام علی اینڈ سنز کی شایع کردہ کلیات میں جو علامہ کے خلف الرشید ڈاکٹر جاوید اقبال نے 'تصحیح کے لیے خاصی سرگردانی' کرنے کے بعد مولانا غلام رسول مہر کی رہ نمائی میں شایع کروائی ہے۔ ''بانگ درا'' میں شامل ظریفانہ کلام کے آغاز میں یہ رباعی ہے (گو رباعی کا عنوان نہیں)، اس میں 'اصولِ دین' اضافت کے ساتھ چھپا ہے۔ آپ کے بہ قول اگر یہ مرکبِ اضافی نہیں تو 'کون سے اصول' یہاں دین بن جاتے ہیں اور مغرب میں مشین؟ اگر اضافت ہو (جیسے کہ ہے) تو کون یا کیا اصولِ دین بن جاتے ہیں؟ اضافت کے ساتھ 'نون' کا اعلان بھی محلِ نظر ہے۔ کچھ لوگوں نے کلامِ اقبال کی شرحیں بھی لکھی ہیں (میری نظر سے نہیں گزریں)، ان میں جناب یوسف سلیم چشتی کی شرح خصوصاً قابلِ ذکر و توجہ ہے۔ ان میں دیکھیں یا بہ راہِ راست ڈاکٹر جاوید اقبال سے معلوم کریں، جنھوں نے اضافت ڈلوائی ہے، بل کہ بہ قول ان کے اوّلین نسخوں سے (جو علامہ کی زیرِ نگرانی شایع ہوئے تھے) مقابلہ کر کے کتابت انھی کے مطابق کروائی ہے۔[۳]

مجھ پر پہلے تین مصرعوں کا مفہوم بالکل واضح نہیں!

مزاج امید ہے بہ خیر ہوں گے۔

لاہور | خاکسار

۱۵۔ مارچ ۲۰۰۴ء | خالد

(۲۴)

ساحر صاحب! السلام علیکم

مزاج گرامی؟ محبت نامہ مل گیا تھا۔ شکریہ

ہم لوگ ڈیفنس ہی میں کرایے کے نئے مکان ۶۷۔ وی میں منتقل ہو گئے ہیں۔

فون: ۵۷۴۰۲۴۱

نثار صاحب سے سلام کہیں۔

لاہور | خاکسار

۱۷۔ مئی ۲۰۰۴ء | خالد

(۲۵)

ساحر صاحب! السلام علیکم

مزاج بہ خیر؟ آپ نے ایک بار اقبال کی اس رباعی: مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں... کا مفہوم مجھ سے پوچھا تھا۔ میں نے اپنی کوتاہی فہم کا اعتراف کیا تھا۔ مولانا غلام رسول مہر کی ''مطالبِ کلامِ اقبال اُردو'' نظر آئی، تو میں نے سوچا، اس میں دیکھیں مولانا نے کیا معنی لکھے ہیں؟ انھوں نے جو مطلب نکالا ہے، یہ ہے:

''اہلِ مشرق کی یہ حالت ہے کہ اصول کو دین کی حیثیت دے دیتے ہیں، یعنی ان کی قدر بہت کی جاتی ہے، لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ مغرب میں اصول پر مشین کی طرح عمل ہوتا ہے۔ ہم خدا کو ایک ماننے والے ہیں، مگر وہ بھی ہمارے پلّے نہیں رہا۔ مغرب والوں نے ایک کے تین خدا بنا لیے اور ان پر بھی ان کا ایمان پکّا ہے۔ آخری شعر میں اقبال نے توحید اور تثلیث سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہاں قول ہے اور عمل نہیں، وہاں اگرچہ عقیدہ غلط ہے، مگر اس پر عمل ہو رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہم صحیح عقیدے کے باوجود کامیاب نہیں، وہ غلط ہوتے ہوئے بھی کامیاب ہیں۔ ایک معنی یہ بھی نکلتے ہیں کہ ہمارے پلّے تو ایک روپیہ بھی نہیں رہا اور وہ ایک کے تین تین بنا رہے ہیں۔''

اور کیا حال احوال ہیں؟ ان دنوں کیا مصروفیت ہے؟

نثار صاحب سے سلام کہیں!

لاہور خاکسار

۲۱۔ جون ۲۰۰۴ء خالد

(۲۶)

ساحر صاحب! السلام علیکم

مزاج بہ خیر؟ سوال نامہ ملا۔ جواب حسبِ توفیق حاضر ہیں:

۱۔ درمیانی نون غنہ متحرک کیسے ہوگا اور اس سے کیا فائدہ مترتب ہوگا؟ دو چار مثالیں دیں، تو بات واضح ہو اور اس پر مزید حاشیہ آرائی کی جا سکے۔

۲۔ مُتاَثر، مُتاَمل۲ کا ہمزہ اور تشدید کے ساتھ تلفظ فعلاتن کے وزن پر ہے، اگر آپ ہمزہ اڑا دیں گے اور اس کے ساتھ ہی شد بھی، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے، تو یہ صرف 'متاثر' اور 'متامل' رہ جائیں، لنڈورے بروزن فعولن (اور بے معنی) یہ زبان کا نکھار ہے یا بگاڑ؟ رشید حسن خاں صاحب کا موقف میرے سامنے نہیں۔ معلوم نہیں، انھوں نے اس کانٹ چھانٹ کا کیا جواز پیش کیا ہے؟ اگر آپ کے پاس متعلقہ تحریر ہو، تو بھجوائیں۔۳

۳۔ کیوں نہیں ہوسکتی؟۴ زمانے کے بدلنے سے کیا اہلِ زمانہ اور ان کے اوضاع و اطوار نہیں بدلیں گے؟

میرے تغیرِ رنگ پر مت جا　　انقلابات ہیں زمانے کے

درمع الدھر کیفما دار

۴۔ ڈیوڑھی۵ کا وزن فعلن ہے:

صبح لے جاتا ہے رقعہ شام کو لاتا ہے پھیر
یار کی ڈیوڑھی تجھے کیا نامہ بر! ملتی نہیں؟　　(رند)

ہنگامۂ حشر کو جو دیکھا
ڈیوڑھی سمجھا میں تیرے در کی　　(امیر مینائی)

۵۔ تأمُّل بروزنِ فعولن ہے۶: تحمل، تجمل، توسل، توکل کی طرح

۶۔ قِراءَت: قِرأت۷

نور اللغات: قِرأت ۔۔۔ علمِ تجوید جس میں مخارج اور تلفظ حروفِ عربی سے بحث کی جاتی ہے۔۔۔ (وزن فعلن)

قِراءَت: پڑھنا (بروزن فعولن) فرہنگِ آصفیہ: قِرأت

فرہنگِ کارواں: قِراءت عربی تلفظ: قِراءَت اُردو تلفظ: قِرأت

اُردو میں عربی الفاظ کا تلفظ... قیوم ملک سٹینگاس: Qira'at (قراءت)

نکاتِ فن: آغا صادق: قراءت بروزن تمازت، قیامت درست ہے، 'ر' کے سکون کے ساتھ بروزن قسمت غلط ہے۔

آج کل عام طور پر یہی رائے ہے، میں خود اس کا حامی ہوں:

لم پا سکے ہر کوئی نہ فحوائے سخن کی
بے دید قراءَ ت سے نہ مخفی ہو ہویدا

اقبال نے البتہ قِرأت نظم کیا ہے:

تو می دانی کہ سوزِ قِرأتِ تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را (ارمغانِ حجاز)

۷۔ سائل سے زیادہ نہیں مسئول کو معلوم [8]

۸۔ واؤ معدولہ[9] کے بارے میں مولوی عبدالحق ''قواعدِ اُردو'' میں لکھتے ہیں:

'' فارسی میں چند لفظ ایسے ہیں کہ ان میں واؤ ساکت ہوتی ہے، یعنی تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی، اسے واؤ معدولہ کہتے ہیں، مگر یہ واؤ ہمیشہ خ کے بعد آتی ہے۔ ایسے لفظ بہت کم ہیں اور وہ ہیں: خود، خویش، خوے، خوش، خوردن (اور اس سے جو لفظ بنتے ہیں)، خواندن (اور اس سے جو لفظ بنتے ہیں)، خواستن (اور اس سے جو لفظ بنتے ہیں) خواب' خواہش' خواہر' خواجہ' خوارزم میں واؤ کی نصف آواز ظاہر ہوتی ہے۔ اس قسم کی واؤ کے بعد الف ہوتا ہے؛ اس قسم کی واؤ کے نیچے خط کھینچ دیا جاتا ہے، تاکہ امتیاز ہو سکے۔''

میرے خیال میں یہ واؤ صرف مذکورہ بالا فارسی الفاظ ہی سے مخصوص ہے اور تنہا فارسی زبان ہی سے۔[10]

۹۔ ابولہب کی کنیز[11] کا نام ثُوَیبہ تھا، بروزنِ زبیدہ۔ ثوبیہ (بروزنِ فوزیہ) جو مروج ہے، غلط العام ہے۔

حلیمہ سے پہلے ثُوَیبہ نے کی اس کی چندے رضاعت
اسی کے صلے میں کٹا جس کا طوقِ غلامی
وہ خوش بخت باندی
جہنم کے کندے، سیہ کار، ننگِ عرب بولہب کی! ...عبدہ [12]

(میرا یہ نعتیہ مجموعہ آپ نے دیکھا ہے؟ یہ مجموعہ تو نہیں، البتہ ایک ہی مسلسل آزاد نظم ہے۔ ...فعولن فعولن...)

۱۰۔ فارسی میں اس کے لیے دو لفظ ہیں: رشک ناک اور رشکین ٹھیٹھ اُردو میں غالباً الگ سے کوئی نہیں۔۱۳ ہندی میں اس کے لیے ایرشالو کا لفظ ہے، لیکن وہ بھی زیادہ تر حاسد کے معنی دیتا ہے۔ عربی میں Envious کا متبادل سب جگہ حاسد یا حسود ہے۔ Envy کے لیے حاسد یا غَبط کا لفظ ہے۔

غَبط ،غِبطہ: wish, desir for the happiness of another inthat Envy

اس کا فاعل غابط ہے: Emulating int grudge

آج کل کیا کر رہے ہیں، منصبی مصروفیات کے علاوہ یا ساتھ ساتھ؟

نثار صاحب سے سلام کہیں۔

لاہور خاکسار

۲۱۔ جولائی ۲۰۰۴ء (تحریر) (آپ کا خط کل ۲۱۔ جولائی کو ملا تھا) خالد

۲۲۔ جولائی ۲۰۰۴ء (حوالہ ڈاک)

(۲۷)

ساحر صاحب! السلام علیکم

بہت عرصے کے بعد آپ کی دل نواز تحریر نظر آئی۔ آج کل زیادہ مصروف ہیں؟ منصبی فرائض کیسے انجام پا رہے ہیں؟ لکھنے لکھانے کا سلسلہ کیسے جارہا ہے؟

دونوں نظموں میں بے حد مبالغہ ہے۔ میں پہلے بھی اظہارِ تشکر کے ساتھ آپ دونوں دوستوں کو یہ بتا چکا ہوں۔ ۱

اب آپ کا سوال نامہ اور اس کا جواب:

۱۔ پلیٹس: hinna vulg. hina

سٹینگاس: Hinna (vulg. hina) حنّاء

نور اللغات: حنا: بالکسر و تشدید نون عربی ہے۔ فارسی (اہلِ فارس) بغیر تشدید استعمال کرتے ہیں۔

الفرائد الدریہ: حِنّاء   القاموس العصری: حِنّاء

بیان اللسان: حِنّاء   لسان العرب: حِنّاء، حِنّان ۲

۲۔ باغبان ... باغ پیرا بھی ہوتا ہے، باغ کو کانٹ چھانٹ کر آراستہ کرنے والا۔
مالی کیا شاخوں سے پھول چن کر گل دستے نہیں بناتے؟ ۳

۳۔ آؤ ہم پھول پھینکیں (بکھیریں) اور راہ میں عرقِ گلاب چھڑکیں۔ ۴

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف اور ثمر بھی ۵ بہار و پھول برساؤ۔۔۔
گل افگنی کرنا، گل پاشی کرنا، گل افشانی کرنا۔۔۔ پھول بکھیرنا، پھینکنا

ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا

گلاب: گلاب کا پودا یا پھول   ...گلاب کے پھولوں کا عرق

گل آب: آبِ گل: عرقِ گل

میں غش سے اس کے چھڑکتے ہی ہوشیار ہوا
کسی صنم کا پسینہ ہے یہ گلاب نہیں
جو دوں ترے لب مے گوں کو برگِ گل سے مثال
کھنچے شراب گلوں کی گلاب کے بدلے

۴۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کا ترجمہ شستہ اور متن کے مطابق ہے۔ ۶

۵۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۷

۶۔ از ہیچ نقش غیرِ نکوئی ندیدہ ای
اے دیدہ محوِ جلوۂ زیبائی کیستی؟ ۸

نکوئی: خوبی، خوب صورتی ...اے آنکھ! تو نے ایسا کوئی نقش دیکھا، جو جاذب و زیبانہ تھا (تو نے جو بھی نقش دیکھا، وہ نظر فریب تھا) اب اس جشن رنگ و بو میں تو کس خاص خوش جمال کے جلوے میں گم ہے؟ کیا باقیوں کے نظارے سے تو سیراب نہیں ہوئی؟

امید ہے آپ ہر طرح خیر و عافیت سے ہوں گے۔

لاہور   خاکسار

۱۳۔ دسمبر ۲۰۰۴ء   خالد

ساحر صاحب! السلام علیکم

بہت زمانے کے بعد آپ کی تحریر دل پذیر نظر آئی۔ آج کل کیا کر رہے ہیں؟ کیا تھیس پر کام جاری ہے؟ اس کے علاوہ بھی کوئی مشغولیت ہے؟ اسلام آباد کی علمی و ادبی مجالس میں شریک ہونے کا موقع ملتا رہتا ہے؟ کیا یونیورسٹی کی اپنی کوئی بزمِ ادب وغیرہ نہیں، جہاں اہلِ ذوق ہفتے دو ہفتے بعد اپنے رشحاتِ فکر پیش کرتے اور ان پر بحث و تمحیص ہوتی ہو؟

آپ کے سوالات کا بحدِ استطاعت جواب حاضر ہے۔

۱۔ صحیح تلفظ تو حَسَنَین ہی ہے، جیسے: عُمرین، شیخین (حضرت صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ) اور طرَفَین ۔لیکن انھیں عام طور پر رواروی میں حَسْنین ،عُمْرین اور طرْفین ہی بولا اور لکھا جاتا ہے اور کوئی اس پر چیں بہ جبیں نہیں ہوتا۔ تلفظ کا آج کل ویسے ہی خدا حافظ ہے۔

۲۔ آپ کا خیال صحیح ہے۔ شاعر سے دونوں شعروں میں سہو ہوا ہے۔[۲]

۳۔ 'پسپا'[۳] کے 'الف' کا سقوط ہوا ہے اور یہ تو آج کل عام ہے۔ فیض کا مصرع ہے:

تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

'دنیا' کا الف زبردستی گرایا گیا ہے، حالاں کہ اس کی جگہ 'دہر' کالفظ بہ آسانی آ سکتا تھا۔ "ویسے اسمائے عربی و فارسی کے آخر میں الف کا سقوط بغایت قبیح ہے۔"

۴۔ جواد اور جوّاد دونوں ہم معنی ہیں۔[۴]

۵۔ سلخ[۵]: پوست اتارنا، کھال کھینچنا۔ "یہ زحاف اواخرِ مصاریع کے واسطے مخصوص ہے، جس رکن آخر کے آخر میں دو سببِ خفیف، وتد مفروق کے بعد واقع ہوں، تو ان دونوں کو نکال کر وتد کے حرفِ آخر کو ساکن کرنا۔ بدیں حساب فاعِ لاتن (منفصل) سے فاع بہ سکونِ آخر رہے گا۔ اس کے مزاحف کو مسلوخ کہتے ہیں، مگر دراصل یہ جب اور وقف کا اجتماع ہے۔"

اس تعریف کی رُو سے فاعلاتن (متصل) پر تو اس کا اطلاق ہوتا ہی نہیں۔ اس کے آخر میں صرف ایک سبب ہے اور اس سے پہلے وتد مجموع۔

جَب: خصّی کرنا: "جہاں دو سببِ خفیف رکن کے آخر میں ملیں، ان دونوں کو گرا دینا۔ یہ عروض و ضرب میں پایا جاتا ہے۔ جَب والے رکن کو مجبوب کہتے ہیں۔" مفاعلین کے آخری دونوں سببِ خفیف گرا دینے سے صرف مفا رہ جائے گا۔

وقف: ٹھہرنا۔ ''وتد مفروق کا متحرکِ دوم جو رکن کے آخر میں واقع ہو، اس کو ساکن کر دینا۔ 'مفعولات' کے 'ت' متحرک کو ساکن کرنا'' (مفعولان بنانا) وقف جس رکن میں ہو، اسے موقوف کہیں گے۔

۶۔ اگر کوئی کر سکے، تو کرے، لیکن نظر سے گزرا نہیں۔ ۶

۷۔ لفظ گلخن ہے۔ ۷

۸۔ اُپج ۸: جدّت، نئی تان ...اَپچ: اَ پکش 'بغیر پَر کے'

قائدُاللغات: مؤلفہ نشتر جالندھری میں اپج اور اپچ کو ہم معنی لکھا ہے۔ مرکزی اُردو بورڈ کی لغت میں اُپج لکھا ہے، لیکن کبھی یہ لفظ نظر سے نہیں گزرا۔

مَقام، مُقام: قیام و جائے قیام، اقامت و جائے اقامت، منزلت، مکان، مسکن، ٹھہرنا، جگہ، سرزمین

گانے کی لے اور سُر: نفس ہندی مُقامِ نغمہ تازی

تو رہ شناس نہ ای وز مُقامِ بےخبری

دونوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں اور کوئی خاص فرق نہیں۔

معرکہ آرا صحیح ہے، اگرچہ معرکۃ الآرا بھی غلط العام ہے، جیسے: بوالہوس، فوق البھڑک، لبِ سڑک، ازدحام کے بہ جائے اژدحام، غفور و رحیم کی جگہ غفورالرّحیم، چشم زدن کے بہ جائے چشمِ زدن، بے نیل مرام کی جگہ بڑے بڑے ادیب بے نیل و مرام استعمال کرتے ہیں۔ الف لیلہ کو لوگ دھڑلے سے الفِ لیلہ بولتے، بل کہ الفِ لیلیٰ لکھتے ہیں۔ یہ سب چلتا ہے، لیکن اپنی طرف سے حتی الوسع احتیاط کرنی چاہیے اور صحیح لفظ ہی لکھنا چاہیے، تاکہ صحیح اور غلط کا امتیاز قائم رہے۔

۹۔ مکان کی منتقلی کے بعد سے میری کتابیں سخت افراتفری کا شکار ہیں۔ اب میں بھی کوئی کتاب بہ مشکل تلاش کر سکتا ہوں۔ ''ہیر'' ۹ کا نسخہ مجھے نہیں مل رہا، نہ ہی جناب علی عباس جلال پوری کی کتاب ''مقاماتِ وارث شاہ''۔ استاذی پروفیسر رفیق خاور نے ''ہیر'' کا اُردو شعر میں ترجمہ کیا تھا۔ میرے پاس نہیں۔ غالباً انھوں نے اس کی بحر سے بحث کی ہوگی۔ آپ اپنے پنجابی کے شعبے سے رجوع کریں، شاید انعام الحق جاوید ۱۰ اس سلسلے میں رہبری کر سکیں۔

۱۰۔ ایطائے جلی ہے ؎۱۱ لیکن شاعر اس کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مہر دو لفظ ہیں۔ حق میر اور مہر (محبت)، معلوم نہیں شاعر نے کون سا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن مہر بھی ہو تو کیا کر سکتے ہیں؟ آج کل تو ایسے قافیے عام ہیں۔

۱۱۔ صوتی اعتبار سے تو جائز ہونا چاہیے۔؎۱۲

۱۲۔ اس وقت طبیعت حاضر نہیں۔ بیدل ؎۱۳ کا معاملہ مؤخر کر دیں۔

جناب نثار قریشی اب کیسے ہیں؟ ان کی عیادت کو جائیں، تو میری طرف سے بہت بہت مزاج پرسی کریں۔ شافی مطلق انہیں شفائے عاجل و کامل عطا کرے۔

ناشاد صاحب ؎۱۴ بہت دن ہوئے آئے تھے۔ بتا رہے تھے کہ آپ ان کے سگے ماموں ہوتے ہیں۔ ماموں، بھانجا دونوں علم کے شیدائی اور صاحب قلم ہیں۔ مبارک ہو۔ یہ بھی قران السعدین ہے۔

خالد

لاہور

۲۳۔ مئی ۲۰۰۵ء

(۲۹)

ساحر صاحب! سلام علیک

مزاج کیسے ہیں؟ گرامی نامہ ملا۔ میں حیران ہوں کہ آج کل سب لوگ کیا علامے کیا عامی، کیا پروفیسر کیا کرخندار، القاب (Salutation) میں پورا نام لکھتے ہیں۔ بہ قولِ حالی:... خط میں لکھا ہے وہ القاب کہ عنواں میں نہیں... یہ جدت یا بدعت سخت ناگوارِ خاطر ہے۔ میں تو اسے بدمذاقی سمجھتا ہوں۔ پہلے انگریزی اور اُردو خطوں میں ہمیشہ تخلص اگر ہے تو اس سے، نہیں تو نام کے آخری لفظ سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ جیسے اس ملک سے خدا حافظ کا لفظ غائب ہو گیا اور اس کی جگہ پراسرار طور پر اللہ حافظ آ گیا ہے، ایسے ہی یہ پورے نام کا ملک گیر گھپلا ہے۔؎۱

مجھے خالد صاحب کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ خط میں بھی تخاطب ایسے ہی ہونا چاہیے۔

آپ کے سوالوں کے جواب اپنے فہم و علم کے مطابق پیش کرتا ہوں:

۱۔ ان کے ساتھ سپہر، سماء، آکاش، انبر اور گگن بھی شامل کر لیں۔ یہ سب ہم معنی ہیں۔؎۲ چرخ کے معنی: گھومنے والا، کنوئیں کی چرخی، پہیا... چرخِ دولابی (چرخی کی طرح

گھومنے والا)، چرخِ چنبری (گول دائرہ) چنبر... چرخِ گرداں

روز و شب چرخ ہنڈولے کی طرح پھرتا ہے (آتش)

گردوں: گرداں، چھکڑا، رتھ، بہلی، عرابہ، چرخی، گنبدِ گرداں (گردندہ)

فلک: مدار، دائرہ، گھیرا، چکر: کل فی فلکٍ یسبحون (قرآن: ۳۶:۴۰)

آسمان: آسیا + مان = چکی کی مانند گرداں

چکی ہمارے پیسنے کو آسماں ہوا (آتش)

سماء: والسماء ذات الرجع (قرآن: ۸۶:۱۱)... قسم ہے چکر مارنے والے آسمان کی۔ گردش ان سب کی مشترک صفت ہے، یعنی سب تختِ رواں (روندہ) ہیں۔

۲۔ خواتین، خوانین، قوانین، دواوین، موازین، طواسین... سب بروزنِ مفاعیل ہیں، کسی میں واوٗ معدولہ نہیں۔ ۳

۳۔ صبحدم میں صبح کو صبِح تو نہیں لکھیں گے، ۴ البتہ تلفظ میں 'ح' خود بخود متحرک ہو جائے گی اور ترکیب کا وزن ہوگا... فاعلن... صبحِ صادق، صبحِ عید، صبحِ خیز

حقی صاحب نے "فرہنگِ تلفظ" میں خالی 'باغ' نہیں، بل کہ 'باغٍ' لکھا ہوگا، نونِ تنوین کے ساتھ، مگر طباعت میں تنوین اڑ گئی ہوگی ۵ (حسنِ ظن یہی توجیہہ کرتا ہے۔)

فمن اضطر غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیہ (قرآن: ۲:۱۷۳)

باغٍ: نافرمانی (تعدی، بے حکمی، سرکشی، بغاوت) کرنے والا

عادٍ: حد سے تجاوز کر جانے والا

۴۔ فرق تو کوئی نہیں، البتہ کچھ لوگ خورد پر خور کو ترجیح دیتے ہیں۔ ۶

کبھی اشک پینا، کبھی رنج کھانا یہی عشق میں ہے خور و نوش اپنا (ناسخ؟)

خور: خورشید کا مخفف بھی ہے۔

پابند ہو تجارتِ سامانِ خورد و نوش (اقبال)

۵۔ دو تلفظ والے بہت سے الفاظ ہیں اور دونوں طرح صحیح ہیں۔ غالباً پہلے بھی کبھی میں ان کے بارے میں لکھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ جو یاد آتے ہیں، لکھتا ہوں:

بَرہنہ = بَرَہنہ	رُوحُ القُدُس = رُوحُ القُدْس	نَشّہ = نَشہ
بَرہمن = بَرَہمن	گلستان = گُلِستاں	نظّارہ = نظارہ

گُرْسنہ=گُرسنہ	شُکَر=شُکَر	آئینہ=آئنہ
خِضَر=خِضَر	اُمّید=اُمید	عَقَب=عَقَب
شُبَہ=شُبَہ	جبرئیل=جبریل	تہوّر=تہوّر
زَقُّوم=زَقُوم	طرْح=طرَح	عُمق=عُمق
زردُشت=زرتُشت		

٦۔ باہَر: اندر کی ضد=بیرون ۸ باہر: روشن، آشکارا، عیاں...ظاہر وباہر

۷۔ ہوجی ۹ ہوجیے، ہوجایے، دونوں ہوسکتا ہے۔ دوسرے مصرع کے اٹھیے اور جایے کی نسبت سے ... یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ فرہاد کی زیارت کو جی چاہے۔ طبیعت چاہے کہ فرہاد کی زائر بنے، یعنی اسے دیکھے کہ کس حال میں ہے؟

۸۔ دونوں ۱۰ معنی ہوسکتے ہیں: خُوناب=خُونابہ=خُون+آب=خوںناب، خونابہ خون آلود پانی، خون کے آنسو، اشکِ خونیں

چشمِ یاراں میں مرے بعد نہ خوںناب اترا یاد آیا نہیں پھر دھیان سے جو خواب اترا

(آتش)

طشتِ گردوں سے ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب (اقبال)

...خالص، گاڑھا خون

۹۔ مولانا ۱۱ نے صحیح باندھا ہے۔ ہندی الفاظ کی درمیانی یائے مجہول وزن میں ساقط ہوجاتی ہے۔ غالباً اس کے بارے میں بھی میں پہلے لکھ چکا ہے، مثلاً:

پیار=پار	پیاس=پاس	پیاسا=پاسا
دھیان=دھان	گیان=گان	تیاگ=تاگ
شیام=شام	جیوتش=جوتش	بیاھی=باھی
گیات=گات	جیوتی=جوتی	کیا=کا

ستیہ=ست، لیکن اگر یائے معروف ہو، تو قائم رہے گی: سیا، دیا، لیا، کیا وغیرہ

'ر' بھی عموماً گر جاتی ہے:

کرشن=کشن	گرھن=گہن	ترشنا=تشنا
پریم=پیم	پریتم=پیتم	پریت=پیت

واوِ مجہول بھی:

جواڑ بھاٹا = جار بھاٹا	لکشمن = لچھمن بن جائے گا۔
راکشش، راکشس = راچھس، راکس	کشیتر = شیتر، چھیتر، کھیتر
رن کشتیر = میدانِ جنگ، جنگاہ	لکشمی = لچھمی

مدھوشالا = مدھ (ھ) شالا

۱۰۔ بَلَنْسِیہ۔ بَطَلْیُوس۔ قُرطُبہ۔ اُنْدُلس۔ سَلَرنو۔ ضَحّاک[۱۲]

۱۱۔ اصل لفظ تو کافِر ہے: انکار کرنے والا، کفر کا مرتکب، خدا کا منکر، مگر شاعروں نے جن میں غالبؔ، ذوقؔ، داغؔ نمایاں ہیں، ضرورتِ شعری کے تحت اسے کافَر بھی باندھا ہے۔[۱۳]

۱۲۔ مثل ہے کہ: یجوز للشاعر مالا یجوز بغیرہ: جائز ہے شاعر کے لیے جائز نہیں جو اور کو... ضرورتِ شعری کے لیے بعض اوقات ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن اور مشدد کو مخفف کرنا پڑتا ہے۔ تلفظ کا اختلاف بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ قافیہ شاعر کا قافیہ تنگ کرے، تو کیا کرے:

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

اسے شاعرانہ رخصت یا استحقاق یا ہیکڑی کہہ لیجیے... کہ الشعراء امراء الکلام...

آج کل لکھنے پڑھنے کا کیا کام کر رہے ہیں؟

نثار صاحب سے سلامِ شوق کہیں۔

لاہور	خاکسار
۷۔ جون ۲۰۰۶ء	خالد

حواشی:

خط نمبر ۱:

۱۔ میرے نام علامہ عبدالعزیز خالد صاحب کا یہ پہلا خط ہے۔ میں ان دنوں معروف عالم اور صاحب طرز نثر نگار ڈاکٹر غلام جیلانی برق [م: ۱۹۸۴ء] کے خطوط کی جمع آوری میں مصروف تھا۔ ان کی خودنوشت ''میری داستانِ حیات'' اور کچھ دیگر حوالوں سے ان کے مکتوب الیہم کی ایک ابتدائی فہرست مرتب کی، ان میں

عبدالعزیز خالد کا بھی نام تھا۔ میں نے انھیں لکھا کہ آیا برق صاحب مرحوم کے خط ان کے پاس محفوظ ہیں یا نہیں؟ انھوں نے میرے عریضے کے جواب میں ڈاکٹر صاحب کے خط بھجوا دیے۔

خط نمبر۲:

۱؎ میں نے برق صاحب کے مکاتیب [کی عکسی نقول] کے سلسلے میں، مولانا نعیم صدیقی [م: ۲۰۰۲ء] کو بھی خط لکھا۔ مولانا نے جواب دیا کہ ان کے پاس خط تو یقیناً محفوظ ہیں، لیکن سرِ دست ان کی تلاش ممکن نہیں۔ بعد میں انھیں خط تو مل گئے، مگر ان سے میرا پتا کہیں گم ہو گیا۔ انھوں نے از رو ادب پروری اور بندہ نوازی ''ترجمان القرآن''، لاہور میں حسبِ ذیل نوٹ لکھا:

''مرحوم ڈاکٹر غلام جیلانی برق بڑے قابل آدمی تھے۔ ان کی کتاب ''دو قرآن'' کے زمانے میں، میں نے کچھ نوٹ لکھے تھے۔ اصلاح یا فتگی کے بعد ان سے مختصر ملاقات اسلام آباد ہوٹل میں ہوئی۔ خط و کتابت مختصر رہی۔ کسی صاحب نے ان کے خطوط کے متعلق پوچھا تھا کہ اگر ملیں، تو نقل چاہیے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ تلاش میں ناکامی ہوئی۔ اب وہ خط مل گئے ہیں۔ اگر وہ صاحب لکھیں، تو فوٹو نقل بھجوا دوں۔'' [جولائی ۱۹۹۱ء: ص۲۷۳]

خالد صاحب نے مجھے یہ تراشا بھجوایا۔ میں نے فوراً مولانا سے رابطہ کیا، تو انھوں نے اپنے نام برق صاحب کے خطوط کی عکسی نقول فراہم کر دیں۔

خط نمبر۴:

۱؎ ''عکسِ رخِ یار'' [رباعیاتِ خیام کا منظوم اُردو ترجمہ از شاکر القادری] کے دیباچے بہ عنوان 'اٹک کی پانچویں جسارت' میں نذر صابری نے شیخ محمد اکرام کے حوالے سے امیر خسروؒ کا یہ واقعہ لکھا ہے:

''عہدِ بلبن میں منگولوں نے شمالی ہند پر حملہ کیا۔ شہزادہ محمد حاکم ملتان، دیپال پور کے نزدیک ان سے لڑتا ہوا شہید ہوا، جو لوگ اسیر ہوئے، ان میں ہندوستان کا سب سے بڑا شاعر حضور محبوبِ الٰہیؒ کا محبوب امیر خسروؒ بھی تھا۔ جس گھڑ سوار نے ان کو گرفتار کیا تھا اور بدتمیزی سے پیش آیا تھا۔ قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی علاقے [اٹک] کا رہنے والا تھا۔ خسرو نے اس واقعے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

من کہ بر سر نمی نہادم گل
تو برہ سر نہاد و گفتا چل''

[محفلِ شعر و ادب، اٹک: بار اوّل ۱۹۹۱ء]

صابری صاحب نے امیر خسروؒ کے شعر میں لفظ 'چل' کا مصداق اٹک کے علاقے کے کسی شخص کو گردانا۔ مجھے لفظ 'چل' کو صرف اٹک کی زبان تک محدود کر کے، خسرو کے ساتھ بے ادبی کرنے والے شخص کو اس علاقے [اٹک] سے منسوب کرنے پر اختلاف تھا۔ سو میں نے پنجابی اور اُردو لسانیات کے ممتاز اور جید علما سے استفسار کیا کہ کیا لفظ 'چل' صرف اٹک کی زبان [ہندکو] سےمخصوص ہے یا یہ لفظ پنجابی کے دیگر لہجوں اور بولیوں سے بھی متعلق ہے؟ اس سوال کے جواب میں خالد صاحب نے اپنے دو علمی خطوط سے نوازا۔

خط نمبر ۵:

۱۔ رشید حسن خاں [م: ۲۰۰۶ء] معروف محقق اور مدون... باغ و بہار، فسانۂ عجائب زٹل نامہ جیسی کتابوں کے مرتب و مدون

۲۔ اُردو املا کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری معروف محقق و نقاد، شعبۂ اُردو جامعہ کراچی کے سابق استاد، اُردو لغت بورڈ کے صدر نشین، مدیر ماہ نامہ ''نگار پاکستان'' اور مصنف و مرتب کتبِ کثیرہ... تفصیلی احوال و آثار کے لیے دیکھیے: امراؤ طارق کی مرتبہ ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری... حیات و خدمات'' کی تین جلدیں: فتح پور ایجوکیشنل سوسائٹی، کراچی: ۱۹۹۴ء

۴۔ ''نگار پاکستان''، کراچی کا شمارہ اگست ۱۹۸۶ء بھی املا کے حوالے سے مختص کیا گیا تھا۔ اس شمارے میں معروف ہندوستانی محقق اور نقاد ڈاکٹر ابو محمد سحر کی کتاب ''اُردو املا اور اس کی اصلاح'' شائع کی گئی۔

۵۔ میں نے پوچھا کہ ہائے ہوز کو دوسرے حروف سے ملانے کے لیے کیا اصول و ضوابط ہیں؟ مثلاً: بعض ماہرینِ املا نے تمام حروف کو ہائے ہوز کے بعد بغیر شوشہ یا اُبھار دیے ملانے کی سفارش کی ہے: ہلدی اور ہل کی طرح ذہن اور لاہور وغیرہ بھی۔ مجھے 'نون' اور 'واؤ' وغیرہ حروف کو بغیر شوشہ یا اُبھار دیے ملانے میں اختلاف تھا، سو خالد صاحب سے رہ نمائی کی درخواست کی۔ انھوں نے چار حروف کی نشان دہی کی، جو بغیر شوشے یا اُبھار کے ہائے ہوز کے بعد آتے ہیں، بقیہ تمام حروف کو ہائے ہوز کے بعد شوشہ یا اُبھار دے کر جوڑا جاتا ہے۔

۶۔ سوال یہ تھا کہ املا نویسی کے باب میں خوش نویسوں کے حسنِ کتابت کا کردار کس قدر اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیوں کہ پرانے کاتبوں نے بعض حروف کے دائرے اور قوسیں بنانے میں مروج املا سے مختلف اسلوب اختیار کیا۔

۷۔ غالب کے نزدیک فارسی تراکیب کی یائے تحتانی پر ہمزہ لگانا عقل کو گالی دینے کے مترادف ہے۔

۸۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے یہ قول: ''عربی و فارسی کے وہ الفاظ جن کے آخر میں 'الف'، 'واؤ' یا 'ہمزہ' میں سے کوئی حرف آئے گا، تو فارسی تراکیب میں اگر مضاف یا موصوف ہوں گے، تو ان کے آخر کے یہ حروف یائے تحتانی، یعنی بڑی 'ے' سے بدل جائیں گے، لیکن 'ے' پر ہمزہ نہیں لکھا جائے گا، جیسے: دریا سے دریائے عشق، سودا سے سودائے خام، ابتدا سے ابتدائے عشق، انتہا سے انتہائے کرم، بلا سے بلائے جاں، دوا سے دوائے درد...''

[''اُردو املا اور رسم الخط... اصول و مسائل'': الوقار پبلی کیشنز، لاہور: ۲۰۰۴ء: ص ۳۹-۴۰]

۹۔ پرانے لوگ 'منہ' کا املا 'منھ' لکھتے ہیں اور آج کل 'منہ' مروج ہے۔ میں نے 'منہ' کی ہائے ملفوظی کے نیچے لٹکن [ٖ] لگانے اور اس کا املا منھ لکھنے کے ضمن میں استفسار کیا تھا۔

۱۰۔ اس سلسلے میں رشید حسن خاں صاحب کا موقف ہے کہ وہ افعال جن کے آخر میں 'واؤ' ہو، تو ان پر ہمزہ لگایا جائے، مثلاً: دباؤ، بچاؤ، جماؤ وغیرہ۔ البتہ اگر یہ یا ان جیسے دیگر الفاظ بہ طور حاصل مصدر استعمال ہوں، تو ان پر ہمزہ نہ لکھا جائے۔ [رک: ''اُردو املا'': گلشن ہاؤس، لاہور: ۱۹۹۴ء: ص ۳۶۳-۳۸۴]

خط نمبر ۷:

۱۔ میں نے انھیں اپنی کتاب ''جمیل الدین عالی کی نثر نگاری'' (ناشر: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور: ۱۹۹۳ء) بھجوائی تھی، جس کی رسید میں انھوں نے نہایت تحسین آمیز کلمات تحریر فرمائے۔

۲۔ خالد صاحب نے غلام جیلانی برق کی وفات پر جو نظم کہی تھی، اس کی ترسیل کی طرف اشارہ ہے۔ یہ نظم میری کتاب ''ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط'' (حسنین پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۹۹ء) کے ص ۱۶ تا ۱۹ پر شائع ہوئی۔

۳۔ ایک خط میں برق صاحب نے خالد صاحب کی کتاب ''مزمور میر مغنی'' کے بعض مصاریع پر عروضی اعتراضات کیے۔ [رک: ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط: ص ۵۹۔۶۰] خالد صاحب نے اپنے خط میں ان اعتراضات کا جواب دیا۔ برق صاحب نے اعتراضات واپس لیتے ہوئے خط کے مندرجات کی بے پناہ تعریف کی۔ برق صاحب کے علمی ذخیرے میں مجھے خالد صاحب کا یہ خط نہیں ملا۔ میری خواہش تھی کہ اگر یہ خط میسر آ جائے، تو اسے بھی اپنی کتاب کے حواشی میں شامل کروں، تا کہ یہ عروضی بحث اپنی تمام تر معنویت کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

۴۔ خالد صاحب نے اپنے نام برق صاحب مرحوم کے چھے خط بھجوائے۔ ساتواں خط نامکمل تھا، میں نے ان سے گزارش کی کہ اگر ممکن ہو، تو اس خط کی دوبارہ نقل بھجوائیں، تا کہ اسے مکمل صورت میں شاملِ کتاب کیا جا سکے۔ مکتوب الیہ کے پاس وہ خط مکمل صورت میں محفوظ نہ تھا اور انھیں تلاش و جستجو کے باوجود اس کا بقیہ حصہ نہ مل سکا۔ لہٰذا نامکمل ہونے کی وجہ سے، میں نے اسے شائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

۵۔ ڈاکٹر برق نے خالد صاحب کے نام اپنے خطوں میں دو شعر نقل کیے تھے۔ ان میں ایک شعر تو خالد صاحب ہی کا تھا، جب کہ دوسرے شعر کے تخلیق کار کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ میں نے ان سے بھی رہ نمائی کی درخواست کی، تا کہ حاشیہ آرائی کرتے وقت شاعر کا حوالہ دے سکوں۔ خالد صاحب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے تلاش جاری رکھی۔ شعر خود برق صاحب کا تھا، جو بعد میں ان کی قلمی بیاض اور خود نوشت ''میری داستانِ حیات'' کے مطالعے سے معلوم ہوا۔ شعر تھا:

سورج ڈوب گیا تو کیا
رنگ و بہارِ شام تو دیکھ

۶۔ برق صاحب نے اپنے مکتوب الیہ (علامہ عبدالعزیز خالد) سے اپنی کتاب چھپوانے کے سلسلے میں مدد مانگی تھی کہ بک لینڈ یا کراچی کا کوئی دوسرا اشاعتی ادارہ ان کی کتاب چھاپ دے، لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھی۔ ایک خط میں بک لینڈ کا حوالہ تھا، میں نے خالد صاحب سے اس ادارے کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے یادش بہ خیر کہہ کر، بات ختم کر دی۔

خط نمبر ۸:

لے میں ۱۹۹۶ء میں غالبؔ کے دوصد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے گورنمنٹ کالج مری کے علمی و ادبی مجلے ''فردا'' کا غالب نمبر ترتیب دے رہا تھا۔ خالد صاحب سے بھی ایک نظم کی فرمائش کی گئی۔ انھوں نے میرے التماس کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے 'غالبؔ' کے عنوان سے یہ نظم عطا فرمائی:

سارے انسانوں کے دکھ درد کا تو شاعر ہے
تری آواز میں شامل ہے غمِ دل کی صدا
تو نے اظہار کے پیرایوں کو وسعت دے کر
لفظ و معنی کو کیا ایک نیا بُعد عطا
جنس نایاب ہے شاعر، متشاعر تو بہت
مدعی ہر کوئی آہنگِ غزل خوانی کا
وقت کی پھونک چراغوں کو بجھا دیتی ہے
گلِ نغمہ کو یہ لیکن نفسِ بادِ صبا
فن سمندر ہے رہے سینۂ پُر آذر میں
گرمیِ جوہرِ اندیشہ ہے راتب اس کا
نہ ملے شہرتِ جاوید بلا استحقاق
یہ عقیدہ ہے علیٰ وجہِ بصیرت میرا
وسعتِ آزر بھی ملا تجھ کو یدِ بیضا بھی
ہے تو کافر تو کھلا اور ولی پوشیدہ
حسن والوں سے ہے کس کس جگہ پیغام و سلام
سخنِ عشق نہیں رمز و اشارت کے سوا
زندگی بے مے و معشوق کہاں کٹتی ہے
کہ یہ اک تلخ حقیقت ہے، سہانا سپنا
بکھری کس شب ترے بازو پہ نہ زلفِ شبرنگ؟
دل ترا کب ہدفِ ناوکِ مژگاں نہ رہا؟
کیوں نہ اوضاعِ زمانہ ہوں طبیعت کے خلاف
کرے رسموں سے اِبا مشربِ رندانہ ترا
حزنِ یعقوب بھی اندوہِ زلیخا بھی ہے
ہے بیانِ جگرِ سوختہ افسانہ ترا
صدفِ گوہرِ گنجینۂ معنی ہر لفظ
ہے جدا سب سے در و بست میں پیمانہ ترا
رہے ہر وقت ترے گرد خیالوں کا ہجوم
رو کشِ محفلِ جانانہ ہے ویرانہ ترا
چمنستانِ تفکر ہے تری جولاں گاہ
فاقہ مستی میں بھی انداز ہے شاہانہ ترا
عصر سے تیری انا برسرِ پیکار بھی ہے
باعث اس کا ہوسِ لذتِ آزار بھی ہے
گرچہ بندوں کی خداوندی سے انکار بھی ہے
مگر افتادِ طبیعت سے تو لاچار بھی ہے
بے نیازی بھی ہے مداحِ سرکار بھی ہے
طلبِ پارچہ و کرسیِ دربار بھی ہے
زعمِ خود بینی و آزادہ روی کے باوصف
شاملِ خیلِ گدایانِ درِ یار بھی ہے
نظر آتا ہے ترے قول و عمل میں جو تضاد
ایک اُسلوب ہے اس میں بھی جداگانہ ترا
روشِ عام کو سمجھے تو اہانت اپنی
جلوۂ برق سے روشن ہے سیہ خانہ ترا
کوئی قدغن، کوئی بندش، نہ کوئی پابندی
خانۂ بے در و دیوار ہے میخانہ ترا
خود پرستی کا مداوا، غمِ ہستی کا علاج
سوز و مستی سے بھرا رنگِ ظریفانہ ترا
رونا آساں، مگر آساں نہیں ہنسنا خود پر
ہے عطا کس کی یہ اندازِ حکیمانہ ترا
آشنائی ہے فقیہانِ حرم سے بھی تری
اور رندانِ قدح کش سے بھی یارانہ ترا

خالدؔ و حالیؔ و اقبالؔ پہ موقوف نہیں   بیش و کم ہر دلِ فرزانہ ہے دیوانہ ترا

[فرداغالبؔ نمبر: مجلہ گورنمنٹ کالج مری: ۱۹۹۷ء: ص ۱۲۶۔۱۲۸]

خط نمبر ۹:

۱؎ شاکرالقادری [اصل نام: سید ابرار حسین ... پ: ۱۹۵۹ء] فارسی اور اُردو کے شاعر، ''عکسِ رخِ یار'' کے عنوان سے رباعیاتِ خیام کے منظوم اُردو ترجمے کے خالق، اٹک میں ضلع کونسل کے کتب خانے کے کتاب دار...

۲؎ شاکر نے میرا سہرا لکھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اصلاح کے لیے یہ سہرا خالد صاحب کو بھجوایا جائے۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ سہرے کو بہ نظرِ اصلاح ملاحظہ فرمائیں اور جہاں کہیں مناسب سمجھیں، اس میں تبدیلی کر دیں۔ سہرا یوں تھا:

رسیدہ ای بہ گُلِ مدعا مبارک باد	بہ سوئی تست خرامِ صبا مبارک باد
بہ لحنِ خوش ہمہ حوران خُلدمی خوانند	پئی غلامِ محمدؐ دُعا ، مبارک باد
اُمید دار کہ جیبِ فراق خواہد شد	رفو بہ سوزنِ مہر و وفا مبارک باد
بہ شادیت دلِ ناشاد شاد شاد شدہ	سرود خواند بہ رنگِ جُدا ، مبارک باد
بہ صد ہزار کرشمہ بہ حجلہ ات بہ رسید	عروسِ بختِ شما، و ز ما مبارک باد
'بہ زحمتی نہ رسید آن کہ زحمتی نہ کشید'	ایں فالِ نیک ز حافظؔ ترا مبارک باد
بہ دستِ مردمکِ چشمِ خویش گُل چیدن	ز گلشنِ صنمِ خوش ادا ، مبارک باد
ز ہے نصیب شدہ از طفیلِ سرِ علیؓ	ازاں جنابِ مرادت روا، مبارک باد

خالد صاحب نے تیسرے اور چھٹے شعر کے مصرعوں میں جزوی اصلاح رترمیم کی، جب کہ آٹھویں شعر کا پہلا مصرع بدل دیا اور دوسرے مصرع میں 'خوش ادا' کی ترکیب کو 'خوش لقا' سے بدلنے کی تجویز دی۔

خط نمبر ۱۰:

۱؎ ''فردا'' مجلہ گورنمنٹ کالج، مری کے خصوصی شمارے کا ذکر ہے۔

۲؎ میں نے 'اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست' کے عنوان سے مثنّٰی ادا یہ لکھا:

''یہ کائنات ابھی عالمِ خیال میں تھی۔ حریمِ ذات کے معنی ابھی کھلے بھی نہ تھے۔ ہر اک وجود سرشتِ وجود میں ضم تھا۔ کوئی بھی چیز حقیقت نہ بن سکی تھی ابھی۔ یہ حرف و صوت کے موسم عدم میں رہتے تھے۔

یہ حسنِ عالمِ امکاں کہاں نکھر پاتا۔ جو لفظ اپنے ہی اندر الجھ گئے تھے کہیں، وہ حسنِ وحدتِ مطلق کی کب خبر لاتے۔

فضائے وقت طلسمِ خیال میں گم تھی۔ کئی زمانے اسی خواب میں گزرتے گئے۔ ازل سے دور، زمان و زمین سے بھی پرے، کسی نے کنز کا گھونٹ الٹ دیا آخر۔

حریمِ ذات کے معنی کھلے تو ایسے کھلے۔ کوئی حجاب من و تو رہا رہا نہ رہا۔ خیال خواب میں ڈھلتے گئے تو آخرِ کار، وجودِ واجب و مطلق نے خواب اوڑھ لیے۔ طلسمِ موسمِ جاں میں عجب بہار آئی۔ وہ ذاتِ حسنِ تمنا

کا استعارہ بنی، تو لفظ حسنِ معانی سے ہم کنار ہوئے۔ وجودِ ذات کے لیے نکھر نکھر سے گئے۔ فضائے دہر محمدؐ سے مشکبار ہوئی۔ جبینِ صبح سعادت کا بھید کھلنے لگا۔ ازل کے روز بھی گم تھی ہر ایک شے اس میں، ابد کے روز کا وہ آخری سہارا ہوا۔ وہ ایک شخص جو سوچا گیا تھا صدیوں میں، وہ ایک نام کہ نسبت جسے اجالوں سے۔ سبھی صحیفے اسی نام سے معطر ہیں۔ فضائے عرش کو دیکھا کبھی جو آدمؑ نے، نگہ نے اسمِ محمدؐ کو چوم چوم لیا۔ دعا خلیلؑ کی بن کر اٹھا وہ ہستی میں۔ نوید اس کی مسیحاؑ بھی دے گیا تھا کبھی۔ وہی ہے عالمِ انساں کا ملجا و ماوا۔ اسی کے لفظ زمانے میں بے مثال ہوئے۔ اسی کی بات جو باتوں کا اعتبار ہوئی۔ اسی کا نام ہر اک درد کا مداوا ہوا۔ اسی کی ذاتِ مقدس ہے زندگی کی دلیل۔ سب ہی زمانوں کا وہ آخری حوالہ ہے۔ وہی نگاہِ محبت میں اول و آخر۔ اسی کے نور سے روشن ہے وادیِ سینا۔ یہ سب زمینیں اسی کے جمال میں گم ہیں۔ یہ سارا گنبدِ افلاک بھی حصار میں ہے۔ ہر ایک شخص اسی سے وقار کا طالب۔ ہر ایک شخص اسی کے کرم کا خواہاں ہے۔ کوئی جو بچ کے چلے، اس سے کس طرح وہ چلے۔ وہ اک نمونۂ کامل ہے ہر کسی کے لیے۔ وہ ایک شخص کہ جس کی نظیر مل نہ سکے۔ وہ ایک شخص کہ جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی ذات میں واحد مرے خدا کی طرح۔" [فردا: ص۵]

خط نمبر ۱۱:

۱۔ میں ان دنوں اپنے مشفق اور مہربان بزرگ نذر صابری [پ: ۱۹۲۴ء] کے ساتھ مل کر "جاوید نامہ" پڑھ رہا تھا، مختلف مقامات پر ہمارے مابین فکرِ اقبال کی تفہیم میں بھی اختلاف ہوا اور زبان کے معاملات میں بھی۔ میں نے چند سوال خالد صاحب کو لکھ بھیجے کہ اس ضمن میں وہ بھی رہ نمائی فرمائیں۔ اس سلسلے کا پہلا سوال تھا: کاروانِ ایں دو بینائی وجود (جاوید نامہ: فلکِ مشتری) میرے خیال میں اس مصرع کا مطلب ہے: 'دو صاحبِ نظر افراد کا یہ کارواں، جب کہ میرے بزرگ دوست کا ارشاد تھا کہ: 'وجود کو جاننے اور سمجھنے والے دو افراد کا یہ کارواں'... مجھے 'وجود کو جاننے اور سمجھنے' پر اختلاف تھا اور انھیں 'دو بینائی وجود' کے 'دو صاحبِ نظر افراد' کے ترجمے پر۔

۲۔ ایں نواہا روح را بخشد ثبات... گرمیِ او از درونِ کائنات

سوال: اس شعر میں 'گرمیِ او' کا اشارہ 'ایں نواہا' کی طرف ہے یا 'روح' کی طرف؟ 'نواہا' کے ساتھ 'ایں' [اشارۂ قریب] اور 'گرمی' کے ساتھ 'او' [اشارۂ بعید] بھی الجھن کا باعث ہے۔

۳۔ ہیبتِ نظارہ از ہوشم ربود... سوال: اس مصرع میں فاعل 'ہوشم' ہے یا 'ہیبتِ نظارہ'... اُس وقت میں 'ہوشم' کو فاعل قرار دے رہا تھا۔ خالد صاحب کی وضاحت کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

۴۔ خالد صاحب نے اس مصرع کی نثر یوں بنائی ہے:

"ہیبتِ نظارہ از مرا ہوش ربود/ ہوشِ من ربود"

[ماہ نامہ صریر، کراچی: ص۲۶]

۵

جبرِ دینِ مردِ صاحب ہمت است   جبرِ مرداں از کمالِ قوت است
جبر مردِ خام را آغوشِ قبر   پختہ مردی پختہ تر گردد ز جبر

میں جبر کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ کامل مردوں کے جبر سے کیا مراد ہے اور ناقصوں کا جبر کیوں کر ان کی روحانی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے؟

۶ حضرت علیؑ کا فرمان ہے: رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علما وللجہال مالہ

۷ اقبال کا شعر ہے:

شاعراں بزمِ سخن آراستند این کلیماں بے ید بیضا ستند

[جاوید نامہ]

ایک مصرع میں بیضا کے ساتھ فعل ناقص [ستند] کو جوڑ قافیہ کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے مصرع میں آراستند قافیہ ہے۔ میرا سوال تھا کہ فعل اور اسم کو باہم قافیہ کرنا کیسا ہے؟

۸ اقبال کا شعر ہے:

حق واریٔ مرگ و عینِ زندگی ست بندہ چوں میرد نمی داند کہ چیست؟
گرچہ مامرغانِ بے بال و پریم از خُدا در علمِ مرگ افزوں تریم

[جاوید نامہ]

سوال: پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں 'نمی داند' کا تلازمہ بندے کی طرف ہے یا خُدا کی طرف؟

۹ اقبال کا شعر ہے:

زہر ہا در بادۂ گل فام او ... ارہ و کرم و صلیب انعام اوست

[طاسینِ زرتشت]

زرتشت کے ضمن میں صلیب کا تذکرہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ حضرت مسیحؑ تو زرتشت سے صدیوں بعد مبعوث ہوئے ہیں۔ کیا یہ علامہ اقبال کی تاریخی اور زمانی غلطی نہیں ہے؟

۱۰ ابنِ سینا بر بیاضی دل نہد [آں سوئے افلاک] سوال: یہاں 'دل نہادن' سے کیا مراد ہے؟

۱۱ از نگاہِ خواجۂ بدر و حنینؐ فقر و سلطاں وارثِ جذبِ حسینؓ

سوال: 'فقر و سلطاں' کی ترکیب کا کیا مطلب ہے؟ کہیں یہ 'فقرِ سلطاں' تو نہیں۔

خط نمبر ۱۲:

۱ حضرت زکریاؑ کی زوجہ الشیع [ایشاع] اور حضرت مریمؑ کی والدہ حنہ اگر سگی بہنیں تھیں، تو حضرت زکریاؑ حضرت مسیحؑ کے رشتے میں نانا ہوتے ہیں، خالو نہیں۔

۲ پورا شعر یوں ہے:

زکریا کلوتر چرایو یحییٰ گھوٹ کوھایا

۳ پورا شعر یوں ہے:

یحییٰ نال تلوار دے قتل کیتا آری نال جا زکریا پاڑیو نیں

خط نمبر ۱۳:

۱۔ خالد صاحب کو اشتباہ ہوا، وگرنہ انھوں نے اپنے گرامی نامے میں حضرت مریمؑ کی والدہ محترمہ کا نام گرامی حنّہ ہی لکھا تھا۔

خط نمبر ۱۴:

۱۔ خالد صاحب نے میرے نام اپنے خط [شمارہ نمبر ۱۲] کو معمولی تراش خراش کے بعد کالم کی صورت دی، جو اولاً 'بیابہ مجلسِ اقبالؔ' کے عنوان سے "جنگ"، لاہور میں چھپا اور ثانیاً ماہ نامہ "صریر" کراچی کے سال نامے بابت جون جولائی ۱۹۹۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ بہ قولِ علامہ عبدالعزیز خالد:

"ایک دقیقہ سنج، نکتہ طراز نے جسے تحقیق و تجسس کی چٹک ہے۔ راقم الحروف سے، اسے اپنے حُسنِ ظن سے معنی نگار و سخن شناس سمجھتے ہوئے "جاوید نامہ" کے چند اشعار کی توضیح و تشریح کے لیے رجوع کیا۔ راقم نے اس اعتناء کو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے: ہر چیز لعنت ملامت کرے علم کو جو چھپاتا ہے اس پر، یہاں تک کہ دریاؤں کی مچھلیاں اور پنچھی پکھیرو ہوا کے ... حالاں کہ اسے علم کا مطلق دعویٰ نہیں، مگر اس قولِ سدید کے مطابق: من ظن بک خیراً مصدق ظنہ/ جو تجھ سے حُسنِ ظن رکھے، تو اس کے حُسنِ ظن کی لاج رکھ اور حتی الوسع اس کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کر۔ حسب استعداد جواب دینے کی ہامی بھرلی۔" [ماہ نامہ صریر، کراچی: جون جولائی ۱۹۹۹ء: ص ۶۵]

۲۔ میری مرتبہ کتاب "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط" کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ میں نے سوال کیا تھا کہ معنوی اعتبار سے 'کاش کہ' اور 'کاشکے' میں کیا فرق ہے اور کیا 'کاشکے' کو 'کاش کے' بھی لکھا جاسکتا ہے؟

۴۔ رشید حسن خاں نے لکھا ہے: "درج ذیل الفاظ اور معانی کے علاوہ، ناموں کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ یہ لفظ خواہ بہ طور نام آئیں یا کسی اور معنی میں، ہر صورت میں ان کو 'الف' سے لکھا جائے گا: بشرا، کبرا، لیلا، مصطفا، مجتبا، مرتضا، ہدا، عیسا، موسا، یحیا" [املا: ص ۵۳۔۵۴]

خط نمبر ۱۵:

۱۔ میں نے خالد صاحب کو ڈاکٹر نثار احمد قریشی [م: ۲۰۰۷ء] سابق صدر شعبۂ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی دو کتابیں (۱) "صوفی تبسم: احول و آثار" (ناشر: کلاسیک، لاہور: ۲۰۰۳ء) اور (۲) "دنیا جن سے روشن ہے" (ناشر: پنجابی ادبی سنگت، اٹک: ۲۰۰۳ء) بھجوائیں۔ اس خط میں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔ "صوفی تبسم: فن اور شخصیت" کے عنوان سے ڈاکٹر قریشی مرحوم کا تحقیقی مقالہ "مقتدرہ قومی زبان"، اسلام آباد کے تعاون سے اشاعت پذیر ہورہا ہے۔

۳۔ "میں اجمال" کے نام سے ایک شش ماہی رسالہ مرتب کرنے کی دُھن میں تھا۔ اس میں خالد صاحب کو بھی لکھنے کی دعوت دی۔ پرچے کے لیے لوازمہ بھی اکٹھا کرلیا تھا، لیکن ہنوز اس کی صورت گری ممکن نہیں ہو پائی۔

خط نمبر ۱۶:

۱۔ میں قرار واقعی کو بلا اضافت اور فردِ فرید کو اضافت کے ساتھ پڑھتا ہوں، لیکن ایک بزرگ کو اس کے برعکس بولتے سنا، تو ان کے درست اور صحیح تلفظ کے لیے خالد صاحب سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر چند گیان جین نے بھی اپنی کتاب ''رموزِ غالبؔ'' کے ایک مضمون میں [اگر یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے، تو] قرار واقعی کو اضافت کے ساتھ لکھا ہے۔ کتاب کی نئی تدوین رفیق احمد نقش نے کی ہے۔ [ادارۂ یادگارِ غالبؔ، کراچی: پہلا پاکستانی ایڈیشن ۱۹۹۹ء: ص ۲۳]

۲۔ سوال: گرد باد کے معنی 'بگولے' اور 'جھکڑ' کے ہیں۔ گرد باد کا کیا مطلب ہے؟

۳۔ سودا کی جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت...خُدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

سوال: اس شعر میں خُدام کے بعد ندائیہ لگانا درست ہے یا نہیں، نیز اس مصرع کا مطلب کیا ہے؟

۴۔ علامہ اقبال کی 'نظم رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے' [بالِ جبریل] میں ایک مصرع ہے:

محنت کش و خوں ریز و کم آزار رازل سے

سوال: خوں ریز...کم آزار کیسے ہوسکتا ہے؟

۵۔ سوال: کیا 'سنگ و میل' اور 'سنگِ میل' ہم معنی تراکیب ہیں یا مختلف اور متضاد المعانی... اور کیا 'سنگِ میل' کے معنوں میں 'سنگ و میل' درست ترکیب ہے یا...! علامہ اقبال نے 'خضرِ راہ [بانگِ درا] میں یہ ترکیب برتی ہے۔

۶۔ 'روح و رواں' کے حوالے سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں [م: ۲۰۰۵ء] نے لکھا ہے:

''اس کے متعلق استاذی مولانا احسن مارہروی مرحوم نے علی گڑھ انٹرمیڈیٹ کالج میگزین (بابت اکتوبر ۱۹۳۰ء) میں لکھا ہے: 'آج کل عمرِ رواں اور آبِ رواں کی طرح روحِ رواں کی ترکیب بھی بہ کثرت تحریروں میں دیکھی جاتی ہے۔ میری تحقیق میں روح نہ عمر کی مترادف ہے، نہ وہ ہر وقت پانی یا عمر کی طرح رواں رہتی ہے، بل کہ اس کی روانی کا اطلاق صرف مرنے پر ہوسکتا ہے۔ چناں چہ روح و رواں عطفِ (و) تفسیری کے ساتھ لکھنا چاہیے، جیسے: رنج و غم، عیش و نشاط وغیرہ۔'' [سہ ماہی نئی عبارت (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نمبر)، حیدر آباد: جولائی تا دسمبر ۱۹۹۸ء: ص ۳۹۹]

علامہ اقبال نے اپنی ایک طویل نظم 'آفتاب' [بانگِ درا] میں یہ ترکیب دونوں طرح برتی ہے:

الف: اے آفتاب! روح و روانِ جہاں ہے تو

ب: دل ہے، خرد ہے، روحِ رواں ہے، شعور ہے

سوال: کیا روحِ رواں کی ترکیب روح و رواں کے معنی میں درست ہے۔

۷۔ ''ضربِ کلیم'' کی ایک نظم 'صبحِ چمن' میں 'محبتِ پرواز' کی ترکیب آئی ہے:

ہوتا ہے مگر محبتِ پرواز سے روشن　　یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں، دور نہیں ہے

لفظ 'پرواز' میں اوپر اٹھنے اور بلندی کی طرف اڑنے کا معنوی احساس پایا جاتا ہے۔ کیا بلند مقام سے نیچے آنے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوسکتا ہے، جیسا کہ علامہ نے کیا ہے؟

رناک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوا | جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ
خود بہ خود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح | دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ!

پہلے شعر میں یہودی قوم کا ذکر ہے، جس کی سود خوری اور روباہ صفتی کے آگے زور پلنگ بھی ہیچ ہے۔ اگر یورپ رفرنگ نے اس کی جھولی میں گرنا ہوتا، تو پھر چوتھے مصرع میں حرف استفہام 'کس' لانے کی ضرورت نہ تھی۔ اب موجودہ صورت میں 'کس' کا اشارہ کس کی طرف ہے، یعنی دوسری قوت (جھولی) کون سی ہوسکتی ہے، جسے علامہ نے محذوف رکھا ہے؟

۹ چراغ حسن حسرت[م:۱۹۵۵ء] کی ایک کتاب کا عنوان ہے: ''مردمِ دیدہ''...لغات میں مردمِ دیدہ[بہ اضافت] کا مطلب 'آنکھ کی پتلی' بتایا گیا ہے اور مردم دیدہ (بلااضافت) کے معنی دیکھے ہوئے لوگ،... سوال: کتابِ مذکور کا عنوان مردم دیدہ (بلااضافت) صحیح ہے یا مردمِ دیدہ (اضافت کے ساتھ) یا دونوں طرح !...خالد صاحب نے اس سلسلے میں کافی وشافی جواب سے شاد فرمایا۔ مشفق خواجہ نے بھی اس ترکیب پر نہایت خوب صورت گفتگو کی ہے، جس سے استاذی خالد صاحب کے مؤقف کی تائید بھی ہوتی ہے اور وضاحت بھی: ''لفظ 'مردُم' سے متعلق دو بنیادی باتیں ذہن میں ہونی چاہیں:(۱) اس کے لفظی معنی مرد، انسان، عام لوگ تو ہیں ہی، ساتھ ہی یہ شائستہ، مہذب اور نفیس انسان رانسانوں کے لیے بھی آتا ہے۔ (۲) یہ لفظ بہ یک وقت واحد بھی ہے اور جمع بھی، یعنی ایک کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ایک سے زاید کے لیے بھی۔ البتہ فارسی میں جمع 'مرد مان' بھی رائج ہے۔ 'مردمِ دیدہ' کے معنی ہیں :وہ شائستہ، نفیس اور مہذب لوگ، جنھیں دیکھا گیا یا جو نظر سے گزرے۔ 'مردم دیدہ' (بغیر اضافت) کے معنی ہیں: وہ جس نے آدمیوں کو دیکھا ہو، جیسے: گرگِ باراں دیدہ (مرادی معنوں سے قطع نظر) وہ گرگ جس نے باراں کو دیکھا ہو۔ حسرت کی کتاب کا موضوع وہ لوگ ہیں، جنھیں حسرت نے دیکھا، اس لیے صحیح نام 'مردمِ دیدہ' ہی ہے۔'' [خطوطِ مشفق: ڈاکٹر طیب منیر: پورب اکادمی، اسلام آباد:۲۰۰۷ء: ص ۶۵۔۶۶]

۱۰ میں نے استفسار کیا تھا کہ نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ میں ایک اسم 'ترازی' ملتا ہے، یہ کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟ خالد صاحب نے شعر لکھنے کے لیے فرمایا۔ میری نظر سے کوئی ایسا شعر نہیں گزرا، جس میں یہ لفظ استعمال ہوا ہو۔ البتہ اسمائے رسولؐ کے ذیل میں یہ نام کئی کتابوں میں پڑھنے کو ملا۔

۱۱ خالد صاحب کا ایک مصرع ہے: قوافی دوہاجو، اچھوتے خیال

میں نے پوچھا تھا کہ دوہاجو کا کیا مطلب ہے اور اس کا تلفظ کیا ہے، یعنی حرف 'جیم' مضموم ہے یا مفتوح؟ ... ہندکو میں 'دوہاجو' اس عورت کو کہتے ہیں، جس نے دوسری شادی کی ہو۔ انھیں معنوں میں یہ لفظ بانو قدسیہ کے ناول ''راجہ گدھ'' میں بھی آیا ہے۔

۱۲

کوئی مُنہ بند کلی، کوئی اُچھوتا موتی! — گو کلف چہرے پہ ہے جسم ہے لیکن بے داغ
بانچھ اُس کے بدن کا ہے مقفّل اب تک — کورے ہونٹوں کے دہانے کا ہے سوتا محفوظ
دوسری دیویوں کی طرح اس ابلانے کبھی — بسترِ عیش کی زینت نہ بنایا خود کو
کبھی آغوشِ گلو گیر میں تڑپی نہ بھنچی — اُس نے دیکھا نہ کبھی پنجہ و بازو کا فشار

[سلومی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور: بارسوم جولائی ۱۹۷۳ء: ص۴۳]

۱۳ مولانا احسن مارہروی نے لکھا ہے:

"گھایل اُردو کا لفظ ہے۔ محققین اس پر ہمزہ نہیں لکھتے اور قاتل وغیرہ کا قافیہ نہیں کرتے، بل کہ اڑیل، کھڑیل کی طرح 'یل' کو حرفِ نسبت سمجھتے ہیں۔" [مکاتیبِ احسن (جلد اوّل): ڈاکٹر عنوان چشتی و صغیر احسنی جلال آبادی: اُردو سماج، نئی دہلی: ستمبر ۱۹۷۷ء: ص۲۵۸]

مولانا مرحوم کا یہ قول مجھے عجیب سا لگا کہ 'گھایل' کا قافیہ 'قاتل' نہیں ہو سکتا، تو میں خالد صاحب سے رہ نمائی کی درخواست کی۔

۱۴ ان دنوں میرا بیٹا پہلی جماعت میں پڑھتا تھا۔ میں اسے اُردو کا قاعدہ توڑ جوڑ سے پڑھا رہا تھا۔ چند لفظوں کے سلسلے میں مجھے جوڑ بتاتے ہوئے شبہ سا تھا۔ چناں چہ میں نے ان لفظوں کے جوڑ خالد صاحب کو لکھ بھیجے، تا کہ وہ اس ضمن میں رہ نمائی فرمائیں۔ انھوں نے مجھے موقوف، مجزوم اور مخنہ جیسی اصطلاحات سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی اور نہایت سادہ انداز سے پڑھانے کا طریقہ کار بتایا۔

۱۵ سوال: پہلی جماعت کے قاعدے کے مرتبین نے مخلوط آوازوں میں 'رھ' بھی شامل کی ہے، مگر کوئی لفظ، مگر بہ طورِ مثال ایسا نہیں بتایا، جس کی ابتدا 'رھ' سے ہوتی ہو۔ اگر ممکن ہو، تو چند مثالیں لکھ دیں۔

خط نمبر ۱۷:

۱ مولانا احسن مارہروی نے خسرو کو رہرو کے وزن پر نظم کرنے کو غلط کہا ہے، وہ 'را' کو مضموم جانتے ہیں۔ [مکاتیبِ احسن: ص۲۳۷] خسرو کا یہ تلفظ میرے لیے بالکل نیا تھا۔ میں نے خالد صاحب کو زحمت دی کہ وہ اس ضمن میں رہ نمائی فرمائیں کہ خسرو کا صحیح اور درست تلفظ خسرو ہے یا خسرو؟

۲ سوال: 'دیوتا' کا وزن فاعلن ہے یا فعولن!

۳ سوال: لفظ 'آتش' ہے یا 'آتش'!

۴ 'مَعفو' کو سعدی نے 'عَفو' باندھا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

۵ لفظ 'ترازی' کی تحقیق میں مولانا محمد عبدالمعبود [جامع مسجد پھولوں والی، راولپنڈی] کا ایک خط ہفت روزہ خدام الدین، لاہور میں شایع ہوا۔ موضوعِ زیرِ بحث سے مطابقت کی وجہ سے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"مکرمی و معظمی جناب مدیر صاحب!

ہفت روزہ خدام الدین لاہور! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۲۳۔ جون ۱۹۸۹ء کے خدام الدین میں

لفظ 'ترازی' کی تحقیق کا عنوان نظر نواز ہوا۔ جس میں محترم جناب پروفیسر محمد اقبال جاوید مدظلہ، نے ایک انتہائی اہم امر کی طرف اہلِ علم حضرات کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ موصوف نے لفظ 'ترازی' کی بہ جائے لفظ 'نزاری' کو زیادہ قرینِ قیاس قرار دیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تحقیق کے طلب گار بھی ہوئے۔

راقم آثم نے اس مکتوب کی روشنی میں اپنی محدود علمی بساط کے مطابق چند معتبر کتب کی طرف مراجعت کی، لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں نہ تو لفظ 'ترازی' مرقوم ہے اور نہ ہی 'نزاری'۔ میں نے حسبِ ذیل کتب دیکھی ہیں:

''الشفا قاضی عیاض''، اس کی شرح ''نسیم الریاض'' امام شہاب الدین الخفاجی کی، ''عمدۃ القاری'' علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن العینی، ''نووی شرح مسلم'' اور ''لسان العرب''۔ علاوہ ازیں امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''سُبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' جلد اوّل میں پانچ سو اسمائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تشریحات قلم بند فرمائی ہیں، لیکن ان میں بھی مذکورہ الفاظ شامل نہیں ہیں۔ میرے خیال میں یہ الحاقی الفاظ ہیں، جو بلا تحقیق نقل در نقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔

میری تجویز یہ ہے کہ جن قرآنِ مجید کے اندر اسمائے مبارکہ میں 'ترازی' مرقوم ہے۔ ان کے ناشران سے اس کا مآخذ دریافت کیا جائے اور اگر وہ بھی اس کا مآخذ پیش نہ کرسکیں، تو انھیں اپنی غلطی کا برملا اظہار کرنا چاہیے، تاکہ مسلمان حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی طرف کسی ایسے نام کو منسوب کرنے سے باز رہیں، جو آپ کے اسما میں شامل نہیں ہے۔'' [۲۸۔ جولائی ۱۹۸۹ء: ص۶]

خط نمبر ۱۸:

۱ خالد صاحب نے اپنے نعتیہ مجموعے ''فارقلیط'' [ناشر: کتابستان بک گیلری، لاہور:] کا تازہ ایڈیشن [بارِ پنجم: اپریل ۲۰۰۳ء] بھجوایا۔ دورانِ مطالعہ اس میں پروف کی متعدد اغلاط نظر آئیں۔ میں نے انھیں لکھا کہ لگتا ہے پروف آپ کی نظر سے نہیں گزرے، کیوں کہ کمپوزر نے صورت نویسی کے دوران میں لفظوں کی ریڑھ مار دی ہے، وہ کمپیوٹر کا فنی رعملی تجربہ تو یقیناً رکھتے ہوں گے، مگر لفظوں کی بناوٹ اور انھیں جوڑنے کا کچھ زیادہ ذوق رشعور نہیں رکھتے۔ بعض لفظ، محض ان کی عدم توجہ سے بدوضع ہوگئے، حالاں کہ کمپیوٹر میں سہولت موجود تھی اور اس سے ممکنہ استفادہ لفظوں کی صورت کو عیب دار نہ کرتا۔ مثال کے طور پر وہ تراکیب جن میں ہمزۂ اضافت آیا ہے، اکثر و بیشتر مقامات پر ان کی صورت بدل گئی اور ان کا املا بھی متاثر ہوا ہے۔ اس خط میں انھوں نے ان مقامات کی نشان دہی کرنے کے لیے فرمایا۔ میں نے صفحہ بہ صفحہ اُن اغلاط کی نشان دہی کی، جو حروف چیں کی عدم توجہ اور شاعری کی کمپوزنگ میں انھیں فنی مہارت نہ ہونے کے سبب رہ گئیں۔

۲ ''مکتبۂ رشیدیہ''، لوئر مال، لاہور کے مالک و مہتمم مولانا عبدالرشید ارشد [م: ۲۰۰۶ء] مراد ہیں۔ مولانا مرحوم میرے محترم اور مہربان تھے اور خالد صاحب کے مداح اور عقیدت گزار... میں پہلی بار ان کے ساتھ خالد صاحب کے ہاں حاضر ہوا تھا۔

۳ ''کتاب العلم'': خالد اکیڈمی، لاہور: بار اوّل ۱۹۹۰ء... تین فصلوں، اڑتیس ابواب اور آٹھ سو صفحات پر

مشتمل یہ کتاب علم اور اس کی اہمیت و افادیت کا خزینہ ہے۔ خالد صاحب کے بہ قول: ''آیات، احادیث، اقوال اور ابیات کی روشنی میں علم کا مقام و مرتبہ اسلامی نظامِ اقدار میں... یہ ہے موضوع اس کتاب کا... موضوع اتنا بسیط! اس قدر ہمہ گیر ہے کہ اس کے عُشرِ عَشیر کا بھی احاطہ مجھ ایسے کم علم و بے بضاعت کے لیے کڑی آزمائش کا حکم رکھتا ہے، مگر کم علمی کو بھی تو علم ہی کی مسیحا نفسی سے کم کیا جاسکتا ہے۔ استعداد محدود بھی ہو، تب بھی بہ قدرِ مقدور کوشش ہر ابنِ آدم پر فرض ہے۔... باشد بہ قدرِ کوششِ تو، اعتبارِ تو'' [ص ۵]

خط نمبر ۱۹:

لے میرا سوال تھا: کیا سعدی کے اس مصرع: می بتابد چوں روزِ رخشندہ... میں تابد [مضارع] کے ساتھ 'می' اور 'بہ' کا بہ یک وقت استعمال فارسی قواعد کے مطابق درست اور جائز ہے؟ خالد صاحب جواب دیتے وقت 'بہ' کے تزئینی اور آرایشِ حُسنِ بیان کی طرف متوجہ ہو گئے اور میرا سوال تفہیم اور تعبیر سے محروم رہا۔

اے میں نے سودا کے اس نعتیہ شعر کی معنویت دریافت کی تھی اور پوچھا تھا کہ 'زنارِ تسبیحِ سلیمانی' سے کیا مراد ہے اور 'کفر ثابت' کیوں کر 'تمغائے مسلمانی' ہو سکتا ہے؟ استادِ محترم نے شعر کی عدمِ تفہیم کا ذکر فرمایا۔ البتہ نول کشور کے نسخے [مطبوعہ ۱۹۳۲ء] کے مطابق شعر کی تصحیح کر دی ۔ میں نے (وہ) کی جگہ 'یہ' اور (ٹوٹی) کی جگہ 'ٹوٹے' کے الفاظ لکھے تھے۔

ڈاکٹر عندلیب شادانی نے اپنے ایک مضمون 'سرقہ اور توارد' میں نعمت خاں عالی کے ایک شعر کے تناظر میں سودا کا یہ شعر نقل کیا ہے۔ انھوں نے ان اشعار کے بین السطور فکری ارتباط پر گفتگو کرتے ہوئے اس شعر کی معنویت کی طرف بھی قدرے اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''مصرعِ ثانی کا مطلب یہ ہے کہ شیخ لاکھ کفر سے گریز کرے اور زنار توڑ کے اس کے بدلے تسبیح پہنے، مگر تسبیح کے دانوں میں خود زنار موجود ہے اور اس زنار کا توڑنا شیخ کے بس کی بات نہیں۔ سنگِ سلیمانی میں جو باریک باریک خطوط ہوتے ہیں، انھیں کو زنار سے تشبیہ دی گئی ہے اور شاعر نے یہ بھی فرض کر لیا ہے کہ شیخ کی تسبیح سنگِ سلیمانی کی ہے۔ سودا کے شعر میں شکوہ اور طمطراق بہت ہے، مگر مضمون محض خیالی ہے ۔ عالی کا شعر واقعی عالی ہے۔ [تحقیق کی روشنی میں: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور: اوّل ۱۹۶۳ء: ص ۲۷۷]

خط نمبر ۲۱:

لے میں نے خالد صاحب کے لیے ایک نظم کہی، تو اس کی ایک کاپی انھیں بھجوائی۔ یہ گرامی نامہ نظم کی رسید ہے۔ بعد ازاں نظم ماہ نامہ ''الحمرا''، لاہور [فروری ۲۰۰۴ء: ص ۳۲] اور روزنامہ ''نوائے وقت''، اسلام آباد [۳۰۔ نومبر ۲۰۰۴ء] کے ادبی صفحے پر شایع ہوئی:

ابوالکلام بھی تو ہے ابوالمعانی بھی — دیارِ شعر میں تیری ہے حکمرانی بھی
ورائے لفظ بھی حسنِ کلام رکھتا ہے — درونِ لفظ میں ہوتی ہے اک کہانی بھی
ترے خیال کی خوشبو میں سانس لیتے ہیں — طلسمِ لفظ بھی ، گنجینۂ معانی بھی
تمام اہلِ سخن جان و دل سے مانتے ہیں — زباں شناسی بھی تیری ، زبان دانی بھی

تری متاعِ تخیل سے پھول چنتے ہیں — طلسمِ خواب بھی اور خواب کی کہانی بھی
وہ تیرے حسنِ تخیل کے سامنے ہیں خجل — نگار خانۂ بہزاد اور مانی بھی
میں کس طرح ترے حسنِ کمال تک پہنچوں — کہ اس مقام پہ درماندہ ہے قاآنی بھی
طریقِ شعر میں تجھ سے ہی میری بیعت ہے — جبھی تو حسنِ قلم میں ہے یہ روانی بھی
میں ایک عمر سے ہوں تیرے راستے کا غبار — پہ مجھ سے بڑھ کے کہیں عفتِ موہانی بھی

۲؎ عفت موہانی [م:۲۰۰۵ء] ہندوستانی افسانہ نگار، ناول نویس اور استادِ ادبیاتِ اُردو... خالد صاحب کی بے پناہ عقیدت گزار اور مدح سرا... ''ارمغانِ خالد'' [مرتبہ: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر] میں خالد صاحب کے ساتھ ان کی مراسلت پر ایک پورا گوشہ شامل ہے۔

خط نمبر ۲۲:

۱؎ سوال: حافظ کے شعر میں آمدہ ترکیب 'ملازمانِ سلطان' سے مراد سلطان کے ملازم ہیں یا خود سلطان!

۲؎ سوال: 'آرتی' کا وزن فاعلن ہے یا فعولن!

۳؎ سوال: 'کسر' کو فَعَل کے وزن پر نظم کرنا چاہیے یا فعل کے وزن پر!

۴؎ سوال: 'کوئی' کا درست وزن فعلن ہے یا فَعَل... بعض شاعروں نے اسے 'فع' کے وزن پر بھی باندھا ہے۔

۵؎ سوال: ے اور ئے میں کیا فرق ہے؟

۶؎ سوال: سعدی کے اس مصرع: دست بہ گیر دسرِ شمشیرِ تیز میں 'سرِ شمشیر' سے مراد دستہ/قبضہ ہے یا دھار والا حصہ!

۷؎ سوال: بارات اور برات میں کیا فرق ہے؟ کیا برات کے معنوں میں بارات درست ہے؟

۸؎ قواعد کی کتابوں میں 'بیٹی' کی تذکیر 'بیٹا' بتائی گئی ہے اور 'بہو' کی 'داماد'... سوال: کیا 'بہو' کا مذکر 'بیٹا' اور 'بیٹی' کا 'داماد' نہیں ہونا چاہیے؟

۹؎ سوال: ہندو کی تانیث ہندنی ہے یا ہندوانی!

۱۰؎ مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں [بانگِ درا]... بعض نسخوں میں [اور شارحینِ اقبال کے ہاں بھی] اصولِ دین ہے، حالاں کہ اضافت کے بغیر مصرع بڑا واضح اور صاف ہے اور فنی اعتبار سے مکمل بھی۔ سوال: اضافت کے ساتھ اس کا مطلب کیا ہوگا اور کیا اضافت لگانے کی ضرورت ہے بھی؟

۱۱؎ احمد ندیم قاسمی [م:۲۰۰۶ء] کا شعر ہے:

کیا بُرا ہے جو میں زخموں سے ہٹا کر پردے... گُل کھلاتا ہوں شب و روز کی ویرانی میں [محیط]

یہاں 'گُل کھلانا' لغوی معنوں میں آیا ہے۔ میں نے پوچھا تھا کہ کیا محاورے کو مرادی/اصطلاحی معنوں کے بہ جائے اس کے لغوی معنوں میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے؟

۱۲؎ حفیظ جالندھری [م:۱۹۸۲ء] نے فرمایا:

بتوں کی شوخیِ نقشِ کفِ پا کا میں قائل تھا
مگر سجدہ نہ کرنا میرے سر کی لغزشِ پا تھی

[چراغِ سحر]

سوال: 'سر کی لغزشِ پا' کیا ہوتی ہے؟

۱۳ میں نے عروضی قواعد سے ہٹ کر قومی ترانے کی تقطیع کی اور خالد صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ تقطیع درست ہے۔ تقطیع چوں کہ مختلف اور قدرے متضاد زحافات سے کی گئی تھی، اس لیے اس کو کسی ایک بحر سے موسوم کرنا ممکن نہیں تھا۔ ... ویسے قومی ترانے کی حقیقی اور درست تقطیع اور وزن و آہنگ کے لیے ملاحظہ ہو: اقبال ناز کا مضمون 'پاکستان کے قومی ترانہ کا عروضی جائزہ': ماہ نامہ "ماہِ نو"، لاہور: ستمبر ۲۰۰۱ء: ص ۵۔۷

خط نمبر ۲۳:

۱۔ میں نے خالد صاحب کو لکھا: سعدی کا مصرع: دست بہ گیر دسرِ شمشیرِ تیز ... گلستان کے پہلے باب کی پہلی حکایت کا ہے اور پورا شعر یوں ہے:

وقتِ ضرورت چونماند گریز دست بہ گیرد سرِ شمشیرِ تیز

سوال یہ کہ: سرِ شمشیر سے مراد تلوار کی ہتھی / قبضہ ہے یا دھار والا سرا... یعنی ضرورت کے وقت، جب گریز کی کوئی صورت نہیں رہتی، تو مغلوب تلوار سونت لیتا ہے یا ضرب کاری سے بچنے کے لیے تلوار کے وار اپنے ہاتھ پر روکتا ہے اور سرِ شمشیر پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲۔ پوری رباعی یوں ہے:

مشہور زمانے میں ہے نامِ حالی معمور مئے حق سے ہے جامِ حالی
میں کشورِ شعر کا نبی ہوں گویا نازل ہے مرے لب پہ کلامِ حالی

[مفکرِ پاکستان: محمد حنیف شاہد: سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۸۲ء: ص ۹۴]

۳۔ علامہ اقبال کے اس مصرع: مشرق میں اصول، دین بن جاتے ہیں ... کو میں یوں سمجھتا ہوں کہ اصول: مشرق میں دین کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں، جب کہ مغرب میں یہی اصول مشینی / عملی صورت اوڑھ لیتے ہیں۔ نیز مذکورہ مصرع میں اصولِ دین [اضافت کے ساتھ] پڑھنے سے فاعل کا پتا نہیں چلتا، لہٰذا مصرع مبہم ہو جاتا ہے [یا کم از کم میں سمجھتا ہوں!] استفسار: کیا آپ اس مصرع کی قرأت اُصولِ دین [اضافت کے ساتھ] کرتے ہیں اور اگر ایسا ہے، تو اصولِ دین کا فاعل کون ہوگا اور مصرع کا مطلب کیا بنے گا؟

خط نمبر ۲۶:

۱۔ سوال: 'نونِ غنہ' اگر لفظ کے درمیان میں آئے، تو کیا یہ متحرک بھی ہو سکتا ہے؟

۲۔ سوال: 'الف' اگر کسی لفظ کے درمیان میں آئے اور متحرک [مفتوح] بھی ہو [مثلاً: متأثر، متأمل وغیرہ]، تو کیا اس پر ہمزہ لگانا ضروری ہے یا رشید حسن خاں کے مطابق اس کے بغیر ہی لکھنا چاہیے؟

۳۔ رشید حسن خاں کے بہ قول: "کچھ لفظ ایسے بھی ہیں، جن کے بیچ میں الف مفتوح ہے، یہ سب عربی کے لفظ ہیں۔ عربی کے لحاظ سے اس الف پر ہمزہ بھی لکھا جانا چاہیے، مگر اُردو میں اس قبیل کے اکثر لفظ ہمزہ کے بغیر ہی لکھے جاتے ہیں، جیسے 'تامل' کہ عربی میں 'تأمل' لکھا جائے گا، مگر اُردو میں سبھی تامل لکھتے ہیں ... ایسے لفظوں کی فہرست یہ ہیں: تاثر، تاخر، تاسف، تامل، تاہل، توام، جرات، متاثر، متاخر، متاسف، متامل، متاہل، توامان، متاخرین، تاثرات، تاملات۔" [املا: ص ۳۵۷۔۳۵۸]

۴ غالب کا ایک مصرع: چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

یہاں 'چل نکلنے' کے معنی حد سے گزر جانے ربہک جانے کے ہیں، لیکن آج کل ہم اس محاورے کو اس طرح برتنے لگے ہیں: ماشاء اللہ اس کا کاروبار چل نکلا ہے۔

سوال: کیا زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور مختلف زبانوں کے باہمی اثر و نفوذ سے محاورے کی معنوی فضا تبدیل ہو سکتی ہے؟

۵ سوال: 'ڈیوڑھی' فاعلن کے وزن پر ہے یا فعولن کے وزن پر!

۶ سوال: 'تأمّل' فعولن کے وزن پر نظم ہوگا یا مفعولن کے وزن پر!

۷ سوال: قراءت: قیامت کے وزن پر ہے یا جرأت کے وزن پر!

۸ سوال: کیا جملے اور فقرے میں فرق ہوتا ہے؟ اگر ہے تو مثال سے واضح کر دیں۔

۹ سوال: کیا 'واؤ' کے علاوہ بھی، کوئی حرف معدولہ ہو سکتا ہے؟

۱۰ سوال: کیا فارسی کے علاوہ بھی کسی دوسری زبان میں واؤ معدولہ ہو سکتی ہے؟... خالد صاحب نے بابائے اُردو کی کتاب سے جو اقتباس نقل کیا ہے، اس کے مطابق واؤ معدولہ 'خ' کے بعد آتی ہے۔ اسی طرح خالد صاحب نے اسے تنہا فارسی سے متعلق قرار دیا ہے، جب کہ مرزا یاس یگانہ چنگیزی کے یہ قول: " واؤ معدولہ... اس کے قبل ہمیشہ ضمہ ہوتا ہے، جیسے: اولوالعزم" [چراغِ سخن مرتبہ احمد رضا: مجلس ترقی ادب، لاہور: اوّل جون ۱۹۹۶ء: ص ۱۰۳] اگر 'اولوالعزم' میں واقعتاً 'واؤ' معدولہ ہے، تو پھر یہ صرف فارسی سے مخصوص نہیں، بل کہ عربی میں بھی مروج ہے۔ البتہ یگانہ کا یہ کہنا کہ اس کے ماقبل حرف پر ہمیشہ 'ضمہ' ہوتا ہے، محلِ نظر ہے۔

۱۱ ابولہب کی کنیز کا نام، جس نے اسے نبی کریمؐ کی ولادت کی خوش خبری سنائی، ثوبیہ (بروزنِ فوزیہ) تھا یا ثوبیہ (بروزنِ زبیدہ) یا کچھ اور؟

۱۲ شاعر کے سوادِ خط میں چھپی ہوئی طویل نعتیہ نظم... عبدہ: نعت اکادمی، فیصل آباد: طبع اوّل جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ: ص ۱۴۴]

۱۳ سوال: 'رشک' کا فاعل [رشک کرنے والا] ہندکو میں 'راشک' کہلاتا ہے، اُردو میں اسے کیا کہیں گے؟

خط نمبر ۲۷:

۱ میری اور ارشد محمود ناشاد کی نظمیں دربارۂ عبدالعزیز خالد نوائے وقت، اسلام آباد کے ادبی ایڈیشن [۳۰۔ نومبر ۲۰۰۴ء] میں ایک ساتھ چھپیں، تو میں نے اس کا تراشا انھیں بھجوایا۔ جواباً انھوں نے اظہارِ تشکر فرمایا۔

۲ ذوقِ شہادتم را دستِ قضا بہ حنّا

اس مصرع میں غالب نے 'حنّا' کو بہ تشدیدِ نون نظم کیا ہے۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ کیا یہ جائز ہے؟

۳ غالب کے مصرع: بہ جنگ باج ستانانِ شاخساری را... میں 'باج ستانانِ شاخساری' کا مطلب صوفی تبسم نے: 'ٹہنیوں سے پھول چننے والے باغبان' لکھا ہے۔ [شرحِ غزلیاتِ غالب: (فارسی): پیکیجز لمیٹڈ، لاہور: س ن: ص ۵۹۲] شعری روایت میں پھول چننے والا گل چیں کہلاتا ہے اور پودوں کی تراش خراش

اور باغ کی نگرانی کرنے والا باغبان... سوال یہ کہ: کیا باغبان کو گل چیں بھی کہا جاسکتا ہے، یعنی یہ دونوں کام ایک فرد بھی انجام دے سکتا ہے۔

۴ گل افکنیم وگلابے بہ رہ گزر پاشیم

"گل پاشی کریں اور راستے میں گلاب چھڑکیں۔" [محولہ بالا: ص۵۹۰]

سوال: کیا گلاب [پھول] چھڑکنے کی ترکیب صحیح ہے، یعنی پھول بکھیرنے کے معنوں میں پھول چھڑکنے کی ترکیب استعمال کی جاسکتی ہے؟

۵ سودا کا شعر یوں ہے:

گل پھینکے ہے عالم کی طرف بل کہ ثمر بھی
اے خانہ براندازِ چمن ! کچھ تو ادھر بھی

مرتب کلیات نے مصرع اوّل کے دو اختلافی متن حاشیے میں درج کیے ہیں:

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف..........(ن)
گل پھینکے ہے اوروں کی طرف..........(ف)

[کلیاتِ سودا (غزلیات): جلد اوّل: ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی: مجلس ترقی ادب، لاہور: دوم ۱۹۹۲ء: ص۴۹۴]

۶

غالبِ سوختہ جاں را بہ چہ گفتار آری ۔۔۔ بہ دیاری کہ نہ دانند نظیری ز قتیل

صوفی تبسم نے اس کا مطلب لکھا ہے: "تو نے غالبِ سوختہ جاں کو ایسے دیار میں سخن آرائی پر کیوں مامور کیا ہے، جہاں لوگ نظیری اور قتیل میں فرق نہیں کرسکتے؟" [شرح غزلیاتِ غالب (فارسی): ص۴۶۳]

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے اس کا یوں ترجمہ کیا: "جس دیس میں لوگ نظیری و قتیل میں امتیاز نہیں کرسکتے، وہاں غالبِ سوختہ جاں کا کیا ذکر کرتے ہو؟" [نقش ہائے رنگ رنگ: شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی: اوّل ۱۹۷۰ء: ص۲۰۴] غالب کے پہلے مصرع تک دونوں بزرگوں کی رسائی مختلف انداز سے ممکن ہوئی۔ میں نے خالد صاحب سے پوچھا کہ کون سے بزرگ غالب کے مصرع کی ترجمانی میں کامگار رہے؟

۷

بہارم دیدن ورازم شنیدن برنمی تابد ۔۔۔ نگہ تا دیدہ خون استی و دل تا زہرہ آبستی

صوفی صاحب: "میری بہار یہ تاب نہیں لاسکتی کہ کوئی اسے دیکھے اور میرا راز یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی اسے سنے۔ میری نگاہیں آنکھوں سمیت خون ہوچکی ہیں اور دل پتے سمیت گداز ہوچکا ہے۔" [شرح غزلیاتِ غالب (فارسی): ص۸۴۲]

صدیقی صاحب: "میری بہار دیکھنے اور میرا راز سننے کی کسی میں تاب نہیں، کیوں کہ نگاہ سے لے کر آنکھ تک سب خون ہوچکا اور دل سے لے کر پتے تک سب پانی ہوگیا ہے۔" [نقش ہائے رنگ

رنگ: ص۲۹۴] اس شعر کے ترجمے میں بھی، دونوں ترجمہ نگار پہلے مصرع کی تفہیم میں متفق نہیں۔ دونوں کے ہاں مصرع کی توضیح مختلف طرزِ احساس کی حامل ہے۔ خالد صاحب سے اس شعر کے ترجمے کے ضمن بھی میں استفسار کیا گیا تھا کہ کون سا ترجمہ متن کے قریب تر ہے؟

۸ سوال: غالب کے اس شعر:

از ہیچ نقش غیر نکوئی نہ دیدہ ای　　ای دیدہ محوِ چہرۂ زیبائی کیستی؟

کے پہلے مصرع کی صحیح اور درست قرأت کیسے ہوگی، یعنی:

[الف]: از ہیچ نقشِ غیر، نکوئی نہ دیدہ ای

[ب]: از ہیچ نقش، غیرِ نکوئی نہ دیدہ ای

درست قرأت کے تعین کے ساتھ مطلب بھی واضح کر دیں۔

خط نمبر ۲۸:

۱ ایک نامور شاعر کے ہاں حسنین کے 'سین' کو مجزوم نظم کیا گیا تھا، اس ضمن میں استفسار کیا گیا کہ آیا یہ جائز ہے؟

۲ ایک شاعر نے بحر ہزج مثمن محذوف میں ایک غزل کہی، مگر اس کے کچھ مصرعے مثمن سالم میں پڑھے جا رہے تھے۔ میں نے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے خالد صاحب سے رہ نمائی کے لیے درخواست کی۔

۳ کسی کے مصرع میں لفظ 'پیسا' کا الف گر رہا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں استادِ گرامی سے پوچھا کہ کیا عربی اور فارسی کے 'الف' کو آخر میں گرانا جائز ہے؟

۴ جزا اور جواد میں کیا فرق ہے؟

۵ بحر لکھنوی نے زحافات کی تفہیم کے لیے، جو نظم کہی ہے، اس کا ایک شعر ہے:

فاعلاتن میں ہو جو سلخ وقوع　　گریں اس کے سبب رہے مجموع

سوال: کیا سلخ کا عمل فاعلاتن [متصل] پر ہوتا ہے یا فاع لاتن [منفصل]

۶ سوال: کیا بحرِ متدارک اور متقارب کے علاوہ دیگر بحروں کے ارکان بھی شانزدہ رکنی ہو سکتے ہیں اور کیا ایسے تصرفات عروضیوں کے ہاں جائز بھی ہیں؟

۷ بھٹی، انگیٹھی اور بھاڑ کے معنوں میں لفظ گُلخن ہے یا گُلخَن؟

۸ ایچ ور ایچ، مُقام اور مَقام معرکہ، آرا اور معرکتہ الآرا میں کیا فرق ہے؟

۹ داؤد رہبر نے اپنی کتاب سلام و پیام [جلد دوم] میں لکھا ہے: "ہیر را نجھا کی بحر کا ذکر باتوں باتوں میں آ گیا۔ انھوں نے پوچھا: اس کی تقطیع کیسے ہوگی۔ میں نے کہا: دو طرح ممکن ہے:

اوّل: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

دوم: متفاعل فاعل مفتعلن متفاعل فاعل مفتعلن

تقطیع دوم کے آہنگ میں موسیقیت زیادہ ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ "بحر وارث شاہ" کو اُردو اور فارسی شاعری سے ملی یا یہ پنجابی الاصل ہے۔ میرا خیال تھا کہ بحر اُردو اور فارسی میں کبھی مستعمل نہیں رہی۔۔۔" [سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۲۰۰۴ء: ص ۲۱۵۔۲۱۶]

داؤد رہبر صاحب سے وزن اور ارکان کے تعین میں تسامح ہوا ہے۔ ان کے بتائے ہوئے وزن میں سوائے 'مفتعلن' کے بقیہ ارکان عروضی نہیں، نہ سالم اور نہ مزاحف۔ میرے خیال میں ''ہیر وارث شاہ'' بحرِ متدارک مخبون یا مقطوع میں تقطیع ہو سکتی ہے۔

سوال: اگر ایسا نہیں ہے، تو ہیر کی بحر اور وزن سے آگاہ فرمائیں۔

۱۰۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید [پ:۱۹۴۹ء] بیسیوں کتابوں کے مصنف و مرتب … شعبۂ پاکستانی زبانیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے سربراہ۔

۱۱۔

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا　　　ہم سبھی مہماں تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

خواجہ میر درد کی غزل کے اس مطلع میں قافیے کا عیب واقع ہوا ہے، اس ضمن میں استفسار کیا تھا؟ نیز ایک شاعر نے نہر، شہر اور زہر کے ساتھ مہر [محبت] کا قافیہ باندھا ہے۔

سوال: اس طرح کی مثالیں لکھ کر میں نے یہ پوچھا تھا کہ ہم انھیں عیب قافیہ سے موسوم کرتے ہیں، اگر یہ واقعتاً معیوب ہیں، تو ان سے اجتناب کیوں نہیں کیا جاتا۔

۱۲۔ ایک بڑے نعت گو نے 'گو دھو، دو، بو کے ساتھ گھاؤ اور رچاؤ کے قوافی باندھے ہیں۔ میں نے ان کے جواز کے ضمن میں پوچھا تھا۔

۱۳۔ ''بیدل'' کے تین اشعار بھیجے تھے کہ ان کے مطلب اور مفہوم کی وضاحت کریں، مگر استادِ گرامی عدم فرصت کی وجہ سے ایسا نہیں کر پائے۔

خط نمبر ۲۹:

۱۔ میں نے خط میں استادِ محترم کو محترم عبدالعزیز خالد صاحب کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

۲۔ میں نے پوچھا تھا کہ چرخ، فلک اور آسمان میں معنوی اعتبار سے کیا فرق ہے؟

۳۔ اُردو کے ایک پروفیسر نے ٹی وی کے ایک پروگرام میں بہ طور میزبان آغازِ کلام میں فرمایا: خواتین [خاتین] وحضرات میں نے رہ نمائی کے لیے خالد صاحب کو لکھا کہ کیا خواتین میں واؤ معدولہ ہے؟

۴۔ میرا سوال تھا: کیا 'صمدم' کا تلفظ صَح دَم ہوگا یا ترکیب میں آ کر 'ح' متحرک ہو جائے گی؟

۵۔ شان الحق حقی صاحب نے ''فرہنگِ تلفظ'' میں 'باغی' کے ذیل میں لکھا ہے: ''بغاوت کرنے والا، سرکش، باغ سے متعلق یا منسوب'' [مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد: اوّل ۲۰۰۲ء: ص ۱۳۶]

سوال: باغ… باغ سے مشتق کیوں کر ہو سکتا ہے؟

۶۔ سوال: 'خور و نوش' اور 'خورد و نوش' میں کیا فرق ہے؟

۷۔ دو تلفظ والے بعض الفاظ کے ضمن میں پوچھا گیا تھا۔ خالد صاحب نے ایسے الفاظ کی تفصیلی فہرست فراہم کر دی۔

۸۔ سوال: باہَر اور باہِر میں کیا معنوی تفاوت ہے؟

۹

بعد طوفِ قیس ہوجی زاہر فرہاد بھی   دشت سے اٹھیے تو کوہوں میں مقرر جایے

[کلیاتِ میر (دیوان اوّل، جلد اوّل): کلب علی خان فائق: مجلس ترقی ادب، لاہور: دوم ۱۹۸۶ء: ص ۵۰۹]

سوال: میر کے اس شعر میں 'ہوجی' ... 'ہوجیے' یا 'ہوجایئے' ہے یا کچھ اور ... شعر کا مفہوم ابھی واضح کر دیں۔ میں نے پوچھا کہ ترکیب 'خوناب' ہے یا 'خون ناب' اور ان کا مطلب کیا ہے؟

۱۱ مولانا حالی کے کسی لفظ کے حوالے سے سوال کیا تھا، اب یاد نہیں کہ لفظ کیا تھا؟ بہ ہر حال تھا کوئی ہندی الاصل لفظ جس کی درمیانی 'ے' ساقط ہو رہی تھی۔

۱۲ میں نے گزارش کی تھی کہ ان الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ واضح کردیں: بلنسیہ، بطلیموس، قرطبہ، اندلس، سلرنو، ضحاک

۱۳ سوال: لفظ 'کافِر' ہے یا 'کافَر' یا پھر دونوں طرح درست ہے؟

کتابیات

۱۔ تبسم، صوفی، ''شرح غزلیاتِ غالبؔ (فارسی)''، لاہور، چنگیز لمیٹڈ: س۔ن۔

۲۔ چنگیزی، یاس یگانہ، مرزا، ''چراغِ سخن'' لاہور، مجلس ترقی ادب: باراوّل ۱۹۹۶ء۔

۳۔ حقی، شان الحق، ''فرہنگِ تلفظ''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: باراوّل ۲۰۰۲ء۔

۴۔ خالد، عبدالعزیز، ''سلویٰ''، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز: بارسوم جولائی ۱۹۷۳ء۔

۵۔ خالد، عبدالعزیز، ''کتاب العلم'' لاہور، خالد اکیڈمی: باراوّل ۱۹۹۰ء۔

۶۔ رشید حسن خاں، ''اُردو املا''، لاہور، فکشن ہاؤس: ۱۹۹۴ء۔

۷۔ شادانی، عندلیب، ڈاکٹر: ''تحقیق کی روشنی میں'' لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز: باراوّل ۱۹۶۳ء۔

۸۔ شاکر، القادری، ''عکسِ رخِ یار''، اٹک، محفلِ شعروادب: باراوّل ۱۹۹۱ء۔

۹۔ طیب منیر، ڈاکٹر، ''خطوطِ مشفق'' اسلام آباد، پورب اکادمی: ۲۰۰۷ء۔

۱۰۔ عنوان چشتی، ڈاکٹر، صغیر احسنی جلال آبادی، ''مکاتیبِ احسن'' نئی دہلی، اُردو سماج: ستمبر ۱۹۷۷ء۔

۱۱۔ فائق، کلب علی خاں، مرتب، ''کلیاتِ میر (دیوان اوّل جلد اوّل)''، لاہور مجلس ترقی ادب: باردوم ۱۹۸۶ء۔

۱۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''اُردو املا اور رسم الخط ... اصول و مسائل''، لاہور، الوقار پبلی کیشنز: ۲۰۰۴ء۔

۱۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، ''رموزِ غالبؔ'' کراچی، ادارۂ یادگارِ غالب: ۱۹۹۹ء۔

۱۴۔ محمد اقبال، ''کلیاتِ اقبال (اُردو)''، لاہور، اقبال اکادمی۔

۱۵۔ محمد اقبال، ''کلیاتِ اقبال (فارسی)''، لاہور، اقبال اکادمی۔

۱۶۔ محمد حنیف شاہد، ''مفکرِ پاکستان''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز: ۱۹۸۲ء۔

۱۷۔ محمد حنیف شاہد، مرتبہ "مقالاتِ عبدالقادر"، لاہور، مجلسِ ترقی ادب، سن ندارد۔
۱۸۔ محمد شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر: "کلیاتِ سودا (غزلیات)" جلد اوّل: لاہور، مجلس ترقی ادب: بار دوم ۱۹۹۲ء۔
۱۹۔ "سلام و پیام" (جلد دوم): داؤد رہبر: لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز: ۲۰۰۴ء۔
۲۰۔ "نقش ہائے رنگ رنگ"، شعبہ اُردو: دہلی، یونیورسٹی دہلی: بار اوّل ۱۹۷۰ء۔

رسائل و اخبارات

۱۔ ماہ نامہ: الحمرا، لاہور: فروری ۲۰۰۴ء۔
۲۔ ماہ نامہ: ترجمان القرآن، لاہور: جولائی ۱۹۹۱ء۔
۳۔ روزنامہ جنگ، لاہور: ۹ جولائی ۱۹۹۹ء۔
۴۔ ہفت روزہ: خدام الدین، لاہور: ۲۸ جولائی ۱۹۸۹ء۔
۵۔ ماہ نامہ: صریر، کراچی: جون جولائی ۱۹۹۹ء۔
۶۔ فردا (غالب نمبر): گورنمنٹ کالج مری: ۱۹۹۷ء۔
۷۔ ماہ نامہ: ماہِ نو، لاہور: ستمبر ۲۰۰۱ء۔
۸۔ روزنامہ نوائے وقت، اسلام آباد: ۳۰ نومبر ۲۰۰۴ء۔
۹۔ سہ ماہی: نئی عبارت (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نمبر) حیدر آباد: جولائی دسمبر ۱۹۹۸ء۔

O ------- O